

# دس عقیدے

امام احمد رضا خان فاضل دیوبند علیہ الرحمہ



یا ایہا الذین آمنوا

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

اہل سلام، اہل حق، اہل سنت و جماعت  
کے سچے معتقدات کے بیان و تبیان پر مشتمل

# دس عقیدے

یعنی

رسالہ مبشر بارکہ نافعہ

اعتماد الاحباب فی الجمل  
والمصطفیٰ والآل والاصحاب

۱۲۹۸ھ

تصنیف لطیف

امام اہلسنت، مجدد دین و ملت، مؤید سنت طاہرہ اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ  
احمد رضا خان صاحب قادری کاتی بریلوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ وفاض عینا نورہ

ترتیب و ترتیب

خسبیل العلماء مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی المبارہری

دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد پاک

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ

دس عقیدے (اعتماد الاحباب فی الجمل  
والمصطفیٰ والآل والاصحاب  
امام اہلسنت مولانا شاہ  
احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ  
۸۸ صفحات  
۲۰۰۰  
جولائی ۱۹۹۸)

نام کتاب

مصنف

ضخامت

تعداد

سن اشاعت

☆☆ ناشر ☆☆

جمعیت اشاعت اہلسنت  
نور مسجد یٹھادر کراچی پاکستان

نوٹ : محترم قارئین کرام! زیر نظر کتاب جمعیت اشاعت اہلسنت کی جانب  
سے شائع کردہ ۶۱ ویں کتاب ہے جو کہ امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان  
بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔

ادارہ



## فہرست مضامین<sup>2</sup>

صفحہ	مضمون	عنوان
۳	کچھ اپنے متعلق	عرش مترجم
۴	حضرت مصنف سے متعلق چند حقائق	امام احمد رضا قدس سرہ
۵	تحمید اللہ - تجید نبی	حمد و نعت
۶	ذات و صفات باری تعالیٰ	عقیدہ اولیٰ
۱۵	سب سے اعلیٰ، سب سے اولیٰ	عقیدہ ثانیہ
۲۶	صدر شینان ہنرم عز و جاہ	عقیدہ ثالثہ
۲۹	اعلیٰ طبقہ ملائکہ مقربین	عقیدہ رابعہ
۳۲	اصحاب سید المرسلین و اہل بیت کرام	عقیدہ خامسہ
۴۵	و کلف عن ذکر الصمۃ الابخیہ	تنبیہ ضروری
۴۶	عشرہ مبشرہ و خلفائے اربعہ	عقیدہ سادسہ
۶۲	مشاجرات صحابہ کرام	عقیدہ سابعہ
۷۲	امامت صدیق اکبر	عقیدہ ثامنہ
۷۸	ضروریات دین	عقیدہ ناسعہ
۸۲	مافی ہوئی باتیں چار قسم ہوتی ہیں	فائدہ جلیلہ
۸۵	شرعیات و طریقت	عقیدہ عاشرہ

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ<sup>3</sup>

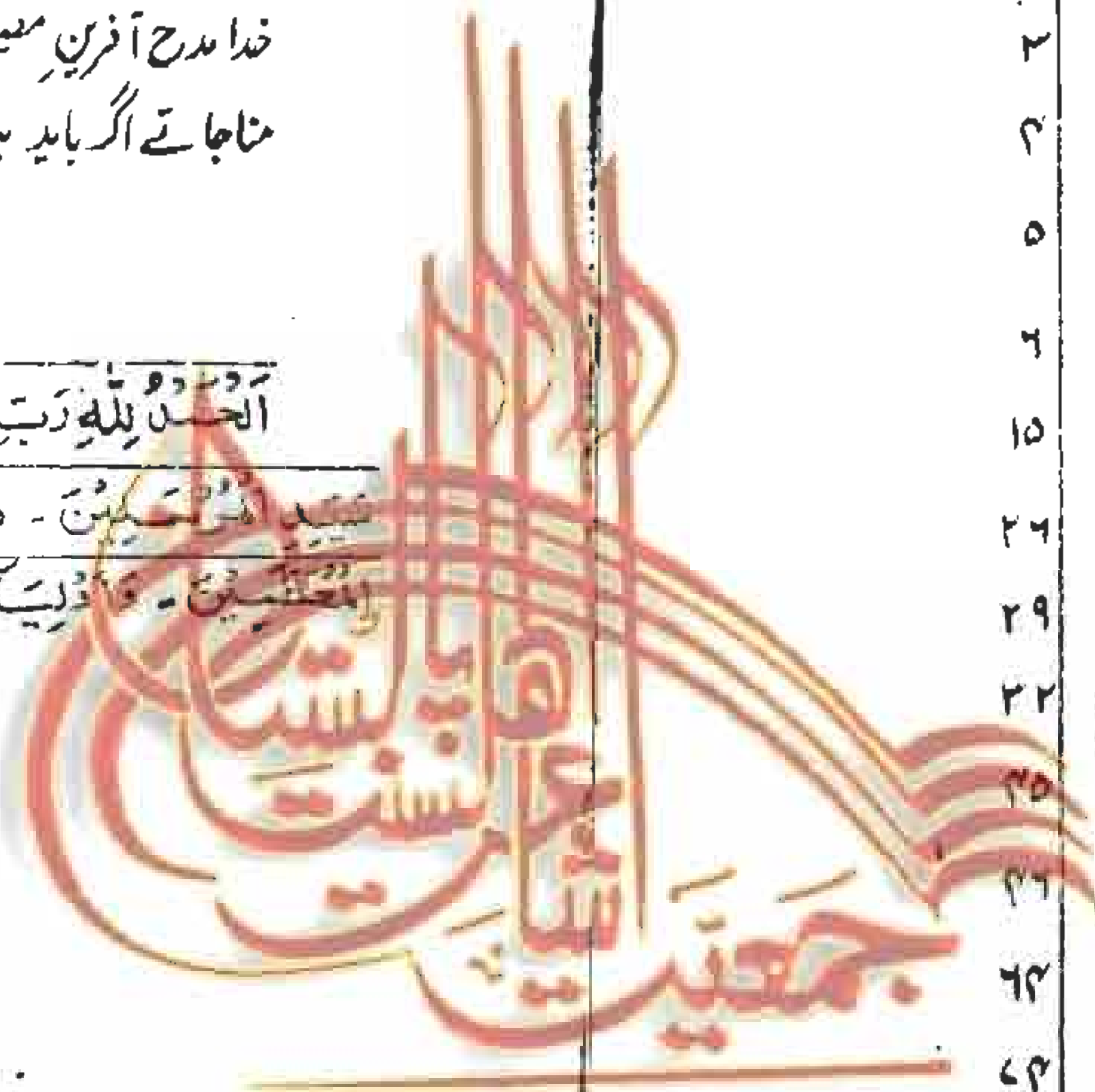
نَحْمَدُكَ يَا وَاصِلِي دَسْلَمٍ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

خدا در انتظارِ حمدِ ما نیست      محمد چشمِ برِ راہِ شنا نیست  
خدا مدحِ آفرینِ مصطفیٰ بس      محمد، حامدِ حمدِ خدا بس  
مناجاتے اگر باید بیاں کرد      بہ بیتے ہم قناعت می توان کرد  
محمد! از تو می خواہم خدا را  
الہی از تو، حُبِ مصطفیٰ را

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ - وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى

سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ - وَاللَّهُ الطَّيِّبُ الطَّاهِرُ بَيْنَ - فَصَحِّهِ الْمُكَرَّمِينَ

الْمُحْتَضِينَ - فَإِذَا لَيْكَ أَمَّتِيهِ دُمُوعًا مِلَّتِيهِ دَعَلَيْنَا مَعَهُمْ أَجْمَعِينَ



## عرض مہترجم

امام اہل سنت امام احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ کے رسالہ مبارکہ "اعتقاد الاجاب" کی زیارت و مطالعہ سے یہ فقیر جب پہلی بار حال ہی میں شرفیاب ہوا تو متخیال آیا کہ بتوفیقہ تعالیٰ اسے نئی ترتیب اور اجالی تفصیل کے ساتھ عامۃ الناس تک پہنچایا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے عوام بھی فیض پائیں۔ نصرت الہی کے مجھ و سا پر قدم اٹھایا اور بغیضان اساتذہ کرام، نہایت قلیل مدت میں اپنی مصروفیات کے باوجود کامیابی سے سرفراز ہوا۔

میں اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا، اس کا فیصلہ آپ کریں گے اور میری کوتاہی و قصور علی آپ کے خیال مبارک میں آئے تو اس سے اس پچھلاں کو مطلع فرمائیں گے۔ اور اس حقیقت کے اظہار میں یہ فقیر فخر محسوس کرتا ہے کہ اس رسالہ مبارکہ میں حاشیے میں السطور اور تشریح مطالب (حواصل عبارت سے جدا، توسیع میں محدود ہے اور اصل عبارت خط کشیدہ) جو کچھ پائیں گے وہ اکثر و بیشتر مقامات پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کتب رسائل اور حضرت استاذی، و استاذ العلماء، صدر الشریعہ مولانا الشاہ امجد علی قادری برکاتی قدس سرہ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب "بہار شریعت" سے ماخوذ ملے قطع ہے۔

امید ہے کہ ناظرین کرام اس فقیر کو اپنی دعائے خیر میں یاد فرماتے رہیں گے کہ سفر آخرت درپیش ہے اور یہ فقیر خالی ہاتھ، خالی دامن، بس ایک انھیں کا سہارا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ وہی بگڑی بنائیں گے ورنہ ہم نے تو کماٹی سب عیبوں میں گنوائی ہے۔

والسلام

العبد محمد خلیل خاں قادری البرکاتی الماربری عفی عنہ

## عقیدہ اولیٰ

### ذات و صفات باری تعالیٰ

حضرت حق سبحانہ و تبارک و تعالیٰ شانہ واحد ہے (اپنی ربوبیت والوہیت میں۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہ یکتا ہے اپنے افعال میں۔ مصنوعات کو تنہا اسی نے بنایا۔ وہ اکیلا ہے اپنی ذات میں۔ کوئی اس کا قسیم نہیں۔ یگانہ ہے اپنی صفات میں۔ کوئی اس کا شبیہ نہیں۔ ذات و صفات میں یکتا و واحد مگر)

عدد و شمار و گنتی میں آ سکے اور کوئی اس کا ہم ثانی و جنس کہلا سکے تو اللہ کے ساتھ اس کی ذات و صفات میں، شریک کا وجود، محض دہم انسانی کی ایک اختراع و ایجاد ہے)

خالق ہے (ہر شے کا ذات ہوں خواہ افعال۔ سب اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں)

ذات سے (اس کے افعال نہ علت و سبب کے محتاج۔ نہ اس کے فعل کے لیے کوئی غرض۔ کہ غرض اس فائدہ کو کہتے ہیں جو فاعل کی طرف رجوع کرے اور نہ اس کے افعال کے لیے غایت۔ کہ غایت کا حاصل بھی وہی غرض ہے۔

فعال ہے (ہمیشہ جو چاہے کر لینے والا۔)

نہ جوارح (و آلات) سے (جب کہ انسان اپنے ہر کام میں اپنے جوارح یعنی اعضاء بدن کا محتاج ہے۔ مثلاً علم کے لیے دل و دماغ کا۔ دیکھنے اور سننے کے لیے



آنکھ، کان کا۔ لیکن خداوند قدوس کہ ہر شے سے پست آواز کو سنتا، اور ہر باریک سے باریک کو کہ خرد بین سے محسوس نہ ہو دیکھتا ہے۔ مگر کان آنکھ سے اس کا سنتا دیکھتا اور زبان سے کلام کرنا نہیں کہ یہ سب اجسام ہیں۔ اور جسم و جسمانیات سے وہ پاک۔

قریب ہے (اپنے کمال قدرت و علم و رحمت سے)  
نہ (کہ) مسانت سے (کہ اس کا قرب باپ و پچائش میں سما سکے)  
ملک (دسلطان و شہنشاہ زمین و آسمان) ہے مگر بے وزیر۔

جیسا کہ سلاطین دنیا کے وزیر باتدبیر ہوتے ہیں کہ اس کے امور سلطنت میں اس کا بوجھ اٹھاتے اور باقی بٹاتے ہیں)

والی (ہے) مالک و حاکم علی الاطلاق ہے۔ جو چاہے اور جیسا چاہے (کے مگر)

بے مشیر (نہ کوئی اس کو مشورہ دینے والا۔ نہ وہ کسی کے مشورہ کا محتاج۔ نہ کوئی اس کے ارادے سے اسے باز رکھنے والا۔ ولایت، ملکیت، مالکیت، حاکمیت کے سایے اختیارات اسی کو حاصل کسی کو کسی حیثیت سے بھی اس ذات پاک پرستی نہیں ملک و حکومت کا حقیقی مالک کہ تمام موجودات اس کے تحت ملک و حکومت ہے اور اس کی مالکیت و سلطنت دائمی ہے۔ جسے زوال نہیں)۔

حیات و کلام و سمع و بصر و ارادہ و قدرت و علم (کہ اس کے صفات ذاتیہ ہیں اور ان کے علاوہ، تکوین و تخلیق و رزاقیت یعنی مارنا، جلانا صحت دینا، بیمار ڈالنا، غنی کرنا، فقیر کرنا۔ ساری کائنات کی ترتیب فرمانا اور ہر چیز کو بہ درجہ، درجہ بدرجہ، اس کی فطرت کے مطابق، کمال مقدار تک پہنچانا) ان کے مناسب احوال روزی رزق مہیا کرنا)

وغیرہا (صفات جن کا تعلق مخلوق سے ہے اور جنہیں صفات اضافیہ اور صفات فعلیہ بھی کہتے ہیں اور جنہیں صفات تخلیق و تکوین کی تفصیل سمجھنا چاہیے۔ اور صفات سلبیہ یعنی وہ صفات جن سے اللہ تعالیٰ کی ذات منزہ اور مبرا ہے مثلاً وہ جاہل نہیں عاجز نہیں، بے اختیار و بے بس نہیں۔ کسی کے ساتھ متحد نہیں جیسا کہ برف پانی میں گھل کر ایک ہو جاتا ہے۔ غرض وہ اپنی صفات ذاتیہ۔ صفات اضافیہ اور صفات سلبیہ)

تمام صفات کمال سے ازلاً ابداً موصوف (ہے)  
راور جن طرح اس کی ذات قدیم ازلی ابدی ہے اس کی تمام صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں اور ذات و صفات باری تعالیٰ کے سوا سب چیزیں حادث و نوپید یعنی پہلے نہ تھیں پھر موجود ہوئیں۔ صفات الہی کو جو مخلوق کہے یا حادث بتائے گمراہ

سلبیہ (ہے)  
(اس کی ذات و صفات) تمام شیون (تمام نقائص تمام کوتاہیوں) و دشمن

و غیب (ہر قسم کے نقص و نقصان) سے اولاً و آخراً بری۔  
(کہ جب وہ جمع ہے تمام صفات کمال کا۔ جامع ہے ہر کمال و خوبی کا، تو کسی عیب، کسی نقص، کسی کوتاہی کا اس میں ہونا محال۔ بلکہ جس بات میں نہ کمال ہو نہ نقصان وہ بھی اس کے لیے محال)

ذات پاک اس کی ند و ضد (نظیر و مقابل)  
شبیب و مثل (مثلب و مماثل)  
کیف و کم (کیفیت و مقدار)  
شکل و جسم و جہت و مکان و امد  
(غایت و انتہا اور)



### زمان سے منزہ

(جب عقیدہ یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ قدیم ازلی ابدی ہے اور اس کی تمام صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ ان تمام چیزوں سے جو حادث ہیں یا جن میں مکانت ہے یعنی ایک جگہ سے دوسری طرف نقل و حرکت۔ یا ان میں کسی قسم کا تغیر یا جاننا۔ یا اس کے اوصاف کا متغیر ہونا۔ یا اس کے اوصاف کا مخلوق کی اوصاف کے مانند ہونا۔ یہ تمام امور اس کے لیے محال ہیں۔ یا یوں کہیے کہ ذات باری تعالیٰ ان تمام حوادث و حوائج سے پاک ہے جو خاصہ بشریت ہیں)

نہ والد ہے نہ مولود

(نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا کیونکہ کوئی اس کا مجانس و ہم جنس نہیں اور چونکہ وہ قدیم ہے اور پیدا ہونا حادث و مخلوق کی شان۔) نہ کوئی شے اس کے جوڑ کی۔

(یعنی کوئی اس کا ہمتا کوئی اس کا ندیل نہیں۔ مثل و نظیر و شبیہ سے پاک ہے اور اپنی ربوبیت و الوہیت میں صفات عظمت و کمال کے ساتھ موقوف۔ اور جس طرح ذات کریم اس کی، مناسبت ذات سے مبرا اسی طرح صفات کمالیہ اس کی، مشابہت صفات سے معزا۔

(اس کا ہر کمال عظیم اور ہر صفت عالی۔ کوئی مخلوق کیسی ہی اشرف و اعلیٰ ہو اس کی شریک کسی حیثیت سے۔ کسی درجہ میں نہیں ہو سکتی) مسلمان پر لا الہ الا اللہ ماننا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو احد صمد، لا شریک لہ جانتا فرض اول و مدار ایمان ہے۔ کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

نہ ذات میں کہ لا الہ الا اللہ (اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں)

نہ صفات میں کہ لیسٰں کمثلہ شیو۔ اس جیسا کوئی نہیں

نہ اسماء میں کہ هلٰی تعلّمٰ لہ سیمیا کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو؟

نہ احکام میں کہ وَلَا یُشْرِکُ فِیْ حُکْمِہٖ اَحَدًا (اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا) نہ افعال میں کہ هلٰی مِنْ خَالِیْ غَیْرِ اللّٰہِ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے۔

نہ سلطنت میں کہ دلو یکن لہ شریک فی المملک اور بادشاہی میں کوئی اس

کا شریک نہیں۔

تو جس طرح اس کی ذات اور ذاتوں کے مشابہ نہیں۔ یوں اس کی صفات بھی

صفات مخلوق کے مماثل نہیں۔

اور یہ جو ایک ہی نام کا اطلاق اس پر اور اس کی کسی مخلوق پر دیکھا جاتا ہے

جیسے علیم، حکیم، علیم، کریم، سمیع، بصیر اور ان جیسے اور، تو یہ محض لفظی موافقت ہے۔ نہ کہ معنوی شریکت۔ اس میں حقیقی معنی میں کوئی مشابہت نہیں و لہذا مثل (اور ان کے علم و قدرت کو

اس کے علم و قدرت سے (معنی لفظی یعنی)

لفظی۔ ا۔ م۔ ق۔ و۔ ر، میں مشابہت ہے (نہ کہ شریکت معنوی)

اس (معموری و لفظی موافقت) سے آگے (قدم بڑھے تو)

اس کی لغات و کبر (برتری و کبریائی)

کا سر پردہ، کسی کو بار نہیں دیتا (اور کوئی اس کی شاہی بارگاہ کے ارد گرد بھی

نہیں پہنچ سکتا۔ پرندہ و طائر پر نہیں مار سکتا۔ کوئی اس میں دخل انداز نہیں)

تمام عزتیں اس کے حضور پست۔

(فرشتے ہوں یا جن بندگان یا اور کوئی مخلوق۔ کوئی بھی اس سے بے نیاز نہیں

سب اس کے فضل کے محتاج ہیں۔ اور زبان حال و قال سے اپنی پستیوں، اپنی احتیاجوں کے



معترف اور اس کے حضور سائل۔ اس کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے ہوئے اور ساری مخلوقات چاہے وہ زمینی ہو یا آسمانی اپنی اپنی حاجتیں اور مرادیں اسی حق تعالیٰ سے طلب کرتی ہے (اور سب ہستیاں اس کے آگے نیست (نہ کوئی ہستی ہستی، نہ کوئی وجود وجود) كُلُّ مَا لَدُنَّ إِلَّا وَجْهُهُ

(بقاصرف اس کے وجہ کریم کے لیے ہے باقی سب کے لیے فنا۔ باقی باقی۔ باقی فانی) وجود واحد (اسی حق و قیوم ازلی ابدی)

موجود واحد (وہی ایک حق و قیوم ازلی ابدی) باقی سب اعتبارات ہیں (اعتبار کیجیے تو موجود در نہ محض معدوم)

ذرات اکوان (یعنی موجودات کے ذرہ ذرہ) کو

اس کی ذات سے ایک نسبت مجہولہ الکیف ہے (نامعلوم الکیفیت)

جس کے لحاظ سے من دو (ماو شما اور این ذات) کو

موجود و کائن کہا جاتا (اور ہست و بود سے تعبیر کیا جاتا) ہے۔

(اگر اس نسبت کا قدم درمیان سے اٹھالیں۔ ہست نیست اور بود و نبود ہو جائے کسی ذرہ موجود کا وجود نہ رہے۔ کہ اس پرستی کا اطلاق روا ہے)

اور اس کے آفتاب وجود کا ایک پر تو (ایک ظل ایک جس ایک شعاع

ہے کہ۔

کائنات کا ہر ذرہ نگاہ ظاہر میں جلوہ آرائیاں کر رہا ہے۔

(اور اس تماشا گاہ عالم کے ذرہ ذرہ سے اس کی قدرت کا طر کے جلوے

ہو رہا ہیں)۔

اگر اس نسبت و پر تو سے۔

(کہ ہر ذرہ کون در مکان کو، اس آفتاب وجود حقیقی سے حاصل ہے)

قطع نظر کی جائے (اور ایک لمحہ کو اس سے نگاہ ہٹالی جائے)

تو عالم ایک خواب پریشاں کا نام رہ جائے۔

ہو کا میدان۔ عدم بحت کی طرح سنسان (محض معدوم و یکسر ویران) تو مرتبہ

وجود میں صرف ایک ذات حق ہے باقی سب اسی کے پر تو وجود سے موجود ہیں۔ مرتبہ

کون میں نور امدی آفتاب ہے اور تمام عالم اس کے آئینے۔ اس نسبت فیضان کا

قدم، درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعۃً فنائے محض ہو جائے کہ اسی نور کے متعدد

پر تووں نے بے شمار نام پائے ہیں۔ ذات باری تعالیٰ واحد حقیقی ہے۔ تغیر و اختلاف کو

اصلاً اس کے سراپردہ عزت کے گرد بار نہیں۔ پر مظاہر کے تعدد سے یہ مختلف صورتیں،

بے شمار نام، بے حساب آثار پیدا ہیں۔ نور احدیت کی تابش غیر محدود ہے۔ اور

چشم جسم و چشم عقل دونوں دماں نابینا ہیں۔ اور اس سے زیادہ، بیان سے باہر،

عقل سے وراہ ہے)

موجود واحد ہے نہ وہ واحد جو چند (ابحاض و اجزاء) سے مل کر مرکب ہوا۔

(اور شی واحد کا نام اس پر روا ٹھہرا۔)

نہ وہ واحد جو چند کی طرف تحلیل پائے

(جیسا کہ انسان واحد یا شی واحد کہ گوشت پوست و خون و استخوان وغیرہ اجزاء

و ابعاض سے ترکیب پاک مرکب ہوا اور ایک کہلایا۔ اور اس کی تہلیل و تجزیہ اور تجزیہ

ابھیں اعضاء و اجزاء و ابعاض کی طرف ہو گا جن سے اس نے ترکیب پائی اور مرکب

کہلایا۔ کہ یہی جسم کی شان ہے۔ اور ذات باری تعالیٰ عز و شانہ جسم و جسمانیات سے

پاک و منزہ ہے)

نہ وہ واحد جو بہ تہمت حلول عینیت

(کہ اس کی ذات قدسی صفات پر یہ تہمت لگائی جائے کہ وہ کسی چیز میں حلول

کیے ہوئے یا اس میں سمائی ہوئی ہے یا کوئی چیز اس کی ذات احدیت میں حلول کیے ہوئے اور اس میں پیوست ہے اور یوں معاذ اللہ وہ)

ادج وحدت (وحدانیت و یکتائی کی رفعتوں) سے

حضیض اتینیت (دوئی اور اشتراک کی پستیوں میں اتر)

آئے۔ ہو ولا موجود الا هو

آیت کریمہ سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون

(پاکی اور برتری ہے اے ان شریکوں سے)۔

جس طرح شرک فی الالوہیت کو رد کرتی ہے۔

(اور بتاتی ہے کہ خداوند قدوس کی خدائی اور اس معبود برحق کی الوہیت و

ربوبیت میں کوئی شریک نہیں۔ هُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌ دَنِي الْأَرْضِ

إِلَهُهُ۔ وہی آسمان والوں کا خدا اور وہی زمین والوں کا خدا۔ توفنس الوہیت و

ربوبیت میں کوئی اس کا شریک کیا ہوتا؟ اس کی صفات کمال میں بھی کوئی

اس کا شریک نہیں۔ لیس کمشلہ سنہی اس حبس کوئی نہیں)

یونہی (یہ آیت کریمہ اشتراک فی الوجود کی نفی فرماتی ہے۔

رئو اس کی ذات بھی مستزہ اور اس کی تمام صفات کمال بھی میرا

ان تمام نالائق امور سے جو اہل شرک و جاہلیت اس کی جانب منسوب

کرتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ وجود اسی ذات برحق کے لیے ہے۔ باقی سب

ظلال و پر تو۔

س

غیر تش غیر در جہاں نہ گذاشت

لاجرم عین جملہ معنی شد

(اور وحدت الوجود کے جتنے معنی اور جس قدر مفہیم، عقل میں آ سکتے

ہیں وہ یہی ہیں کہ وجود واحد، موجود واحد، باقی سب اسی کے مظاہر اور آئینے کہ اپنی

حد ذات میں اصلاً وجود و ہستی سے بہرہ نہیں رکھتے۔ اور حاش ثم حاش۔ یہ معنی

ہرگز نہیں کہ من و تو، ما و ثنا، این و آل، ہر شے خدا ہے۔ یہ اہل اتحاد کا قول ہے

جو ایک فرقہ کافروں کا ہے۔ اور پہلی بات مذہب ہے اہل توحید کا۔ کہ اہل اسلام

و صاحب ایمان حقیقی ہیں)



## عقیدہ ثانیہ

### سب سے اعلیٰ، سب سے اولیٰ

بایں ہمہ

(کہ اس کی ذات کریم، دوسری دوت کی مناسبت سے معرا ہے اور اس کی صفات عالیہ اوروں کی صفات کی مشابہت سے مبرا) اس نے اپنی حکمت کاملہ (درحمت شامل) کے مطابق عالم (یعنی ماسوی اللہ) کو جس طرح وہ (اپنے علم قدیم ازلی سے) جانتا ہے۔ ایجاد فرمایا

تمام کائنات کو خلقت وجود بخشا۔ اپنے بندوں کو پیدا فرمایا انھیں مکان، کھانا، پانی، پادوں، زبان وغیرہ عطا فرمائے اور انھیں کام میں لانے کا طریقہ الہام فرمایا۔ پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جوہر، یعنی عقل سے ممتاز فرمایا جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا۔ پھر لاکھوں باتیں ہیں جن کا عقل اور اک نہیں کر سکتی تھی۔ لہذا انبیاء و رسل کو کتابیں اتار کر۔ ذرا ذرا سی بات بتادی۔ اور کسی کو عذر کی کوئی جگہ باقی نہ چھوڑی اور مکلفین کو

(جو تکلیف شرعی کے اہل، اسروہی کے خطاب کے قابل، بائع عاقل ہیں)

اپنے فضل و عدل سے دو فرقے کر دیا

قَدَرْتُ لِي الْجَنَّةَ (ایک جنتی دنیا جی، جس نے حق قبول کیا)

قَدَرْتُ لِي السَّعِيرَ (دوسری جہنمی دنیا) جس نے قبول حق سے جی چرایا اور جس طرح پر تو وجود (موجود حقیقی حل جلالہ)

سے سب نے بہرہ پایا (اور اسی اعتبار سے وہ بہت و موجود کہلایا)

اسی طرح فریق جنت کو اس کے صفات کمالیہ سے نصیبہ خاص ملا۔

(دنیا و آخرت میں اس کے لیے فوز و فلاح کے دروازے کھلے اور علم و فضل خاص کی

دولتوں سے اس کے دامن مہرے)

دبستان (مدرسہ) عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ

(اور دارالعلوم عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ)

میں تعلیم فرمایا کہ جو کچھ وہ نہ جانتا تھا اسے سکھایا پھر

وَمَا كُنْتَ تَحْتَسِبُ اللَّهُ عَلَّمَكَ عَظِيمًا نے اور رنگ آمیزیاں کیں۔

کہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم اس پر جلوہ گستر رہا۔ مولانا نے کریم نے گوناگوں نعمتوں

سے اسے نوازا۔ بے شمار نعمات و محاسن سے اسے سنوارا۔ قلب و قالب، جسم و جاں، ظاہر و

باطن کو ردائل اور فضائل قبیحہ و مومہ سے پاک صاف اور محامد و اخلاق حسنہ سے اسے آراستہ

و پیراستہ کیا۔ اور قربت خداوندی کی راموں پر اسے ڈال دیا)

اور یہ سب تصدق (صدقہ و طفیل)

ایک ذات جامع البرکات کا تھا جسے اپنا محبوب خاص فرمایا۔

(مرتبہ محبوبیت کبریٰ سے سرفراز فرمایا کہ تمام خلق حتیٰ کہ نبی و مرسل و ملک مقرب

جو یا سنے رضائے الہی ہے اور وہ ان کی رضا کا طالب)

مرکز دائرہ (کن) و دائرہ مرکز کاف و نون بنایا

اپنی خلافت کاملہ کا

خلعت ربیع المنزلت۔ اس کے قیامت موزوں پر سجایا۔

کہ تمام افراد کائنات، اس کے ظل ظلیل (سایہ ممدود رافت) اور ذیل جلیل (دامن معمور رحمت) میں آرام کرتے ہیں۔

اعظم مقربین (کہ اس کی بارگاہ عالی جاہ میں قرب خاص سے مشرف ہیں) (ان) کو (بھی) جب تک اس مامن جہاں (پناہ گاہ کون و مکان) سے تو ستل نہ کریں۔

(انھیں اس کی جناب والا میں وسیلہ نہ بنائیں)

بادشاہ (حقیقی عز اسمہ وجل مجدہ) تک پہنچنا ممکن نہیں

کنجیاں، خزانہ علم و قدرت

تدبیر و تصرف کی، اس کے ہاتھ میں رکھیں۔

عظمت والوں کو مر پارے (چاند کے ٹکڑے۔ روشن تارے)

اور اس کو اس نے آفتاب عالم تاب کیا۔

کہ اس سے اقتباس انوار کریں

(عرفان و معرفت کی روشنیوں سے اپنے دامن بھریں)

اور اس کے حضور انا زبان پر

(اور اپنے فضائل و محاسن، ان کے مقابل، شمار میں) نہ لائیں

اس (محبوب اجل و اعلیٰ) کے سلا پیردہ عزت و اجلال کو،

وہ عزت و رفعت بخشی کہ عرش عظیم جیسے ہزاراں ہزار

اس میں یوں گم ہو جائیں جیسے

بیدائے ناپیدا کنار (دسیع و عریض بیابان جس کا کنارہ نظر نہ آئے اس)

میں ایک شلنگ ذرہ کم مقدار

(کہ لقمہ و دق صحرا میں، اس کی اڑان کی کیا وقعت اور کیا قدر و منزلت)

علم وہ وسیع و غزیر (کثیر در کثیر) عطا فرمایا کہ

علوم اولین و آخرین، اس کے بحر علوم کی نہریں،

یا بوشش فیوض کے چھینٹے قرار پائے

(شرق تا غرب، عرش تا فرش انھیں دکھایا۔ ملکوت السموات والارض کا شاہد

بنایا۔ روز اقل سے روز آخر تک کا۔ سب ماکان و مایکون انھیں بتایا۔)

ازل سے ابد تک، تمام غیب و شہادت (غائب و حاضر) پر اطلاع تام

(و آگاہی تمام انھیں) حاصل۔ الا ماشاء اللہ۔

(اور ہنوز ان کے احاطہ علم میں وہ ہزار در ہزار، بے حدود بے کنتار سمندر لہر ہے

میں جن کی حقیقت وہ جانیں یا ان کا عطا کرنے والا۔ ان کلام تک و مولیٰ جل و علا)

بصر و نظر) وہ محیط (اور اس کا احاطہ اتنا بسیط)

کوشش جہت (پس و پیش، چپ و راست، زیر و بالا)

اس کے حضور ان کی نگاہوں کے روبرو، ایسے ہیں جیسے)

جہت مقابل (کہ تجارت کو ان پر اطلاع تام حاصل)

دنیا اس کے سامنے اٹھالی۔

کہ تمام کائنات تا بروز قیامت، آن و احد میں پیش نظر

(و وہ دنیا کو اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے

دیکھ رہے ہیں جیسے اپنی ہتھیلی کو، اور ایمانی نگاہوں میں، نہ یہ قدرت الہی پر دشوار

نہ عزت و دجاہت انبیاء کے مقابل بسیر)

سمع والا کے نزدیک

پانچ سو برس راہ کی صدا، جیسے کان پڑ ہی آواز ہے۔

اور (عطا تے قادر مطلق) قدرت (و اختیارات) کا تو کیا پوچھنا؟



کہ قدرت قدیر علی الاطلاق جل و جلالہ کی نمونہ و آئینہ ہے۔

عالم علوی و سفلی (افقار و اطراف زمین و آسمان) میں اس کا حکم جاری۔

فرمانروائی کن کو اس کی زبان کی پاسداری۔

مردہ کو قم کہیں رکہ بحکم الہی کھڑا ہو جا تو وہ (زندہ۔

اور چاند کو اشارہ کریں (تو) فوراً دوپارہ ہو۔

جو (یہ) چاہتے ہیں خدا وہی چاہتا ہے۔

کہ یہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔

عنشور خلافت مطلقہ (تامہ، عامہ، شاملہ، کاملہ) تفویض تمام (کہ فرمان شاہی)

ان کے نام نامی (اسم گرامی) پر پڑھا گیا۔

اور مکہ و خطبہ ان کا ملائکہ ادنیٰ سے عالم بالا تک جاری ہوا۔

(تو وہ اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں اور تمام ماسوی اللہ، تمام عالم ان کے تحت

نصرف ان کے زیر اختیار، ان کے سپرد کہ جو چاہیں کریں جسے جو چاہیں دیں۔ اور جسے

جو چاہیں واپس لیں۔ تمام جہان میں کوئی ان کا حکم پھیرنے والا نہیں اور اس کوئی کیونکر،

ان کا حکم پھیرے کہ حکم الہی کسی کے پھیرے نہیں پھرتا۔

تمام جہان ان کا محکوم اور تمام آدمیوں کے وہ مالک، جو انھیں اپنا مالک۔

خلافت ممت سے محروم، ملکوت السموات والارض ان کے زیر فرمان۔ تمام زمین ان

کی ملک اور تمام جنت ان کی جاگیر)

دنیا و دیں میں جو جسے ملتا ہے ان کی بارگاہ عرش اشتباہ ہے ملتا ہے۔

جنت و نار کی کئی سال دستہ اقدار ہیں، دے دی گئیں، رزق و خیر اور ہر قسم

کی عطائیں حضور ہی کے دربارت تقسیم ہوتی ہیں۔ دنیا و آخرت حضور ہی کی عطا کا ایک

حصہ ہے۔

فَاتَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَخَرَّتْهَا

تو تمام ماسوی اللہ نے جو نعمت، دنیاوی و اخروی، جسمانی یا روحانی، چھوٹی یا

بڑی پائی انھیں کے دست عطا سے پائی۔ انھیں کے کرم، انھیں کے طفیل، انھیں

کے واسطے سے ملی۔ اللہ عطا فرماتا ہے۔ اور ان کے ماحقوں ملاہلتا ہے اور ابداً آباد

تک ملتتا رہے گا جس طرح دین و ملت، اسلام و سنت، صلاح و عبادت، زہد و طہارت

اور علم و معرفت، ساری دینی نعمتیں ان کی عطا فرمائی ہوئی ہیں۔ یونہی مال و دولت، شغل و

عز و رفعت اور فرزند و عشرت یہ سب دنیاوی نعمتیں بھی انھیں کے دست اقدس سے ملی ہیں۔

قال الرضا

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے

حاشا غلط غلط، یہ ہوں بے نصیر کی ہے

قال الفقیر

بے ان کے توسل کے، مانگے بھی نہیں ملتا

بے ان کے توسط کے، پرسش ہے نہ شنوائی

وہ بالا دست حاکم کہ تمام ماسوی اللہ، ان کا محکوم

اور ان کے سوا عالم میں کوئی ساکم نہیں۔

(ملکوت السموات والارض میں ان کا حکم جاری ہے۔ تمام مخلوق الہی و، ان

کے یہ حکم اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ وہ خدا کے ہیں اور جو کچھ خدا کا ہے، سب

ان کا ہے

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ جو مالک کے خدیب

یعنی محبوب و محب میں نہیں، میرا، تیرا

(جو سر ہے ان کی طرف ہنکا ہوا اور جہاں ہنکا ہے وہ ان کی طرف پھیلا ہوا)



سب ان کے محتاج اور وہ خدا کے محتاج  
(دہی بارگاہ الہی کے وارث ہیں اور تمام عالم کو انہیں کی وساطت سے ملتا ہے)  
قرآن عظیم ان کی مدح و ستائش کا دفتر (اور)  
نام ان کا ہر جگہ نام الہی کے برابر ہے

ورفعنا لك ذكركہ كاسبے سایہ تجھ پر

ذکر اونچا ہے ترا، بول ہے بالما تیرا

احکام شریعیہ۔ شریعت کے فرامین، اوامر و نواہی سب ان کے قبضہ میں، سب  
ان کے سپرد، جس بات میں جو چاہیں۔۔۔۔۔ اپنی طرف سے حکم فرمادیں وہی شریعت  
ہے جس پر جو چاہیں حرام فرمادیں۔ اور جس کے لیے جو کچھ چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض  
چاہیں معاف فرمادیں وہی شرع ہے۔

غرض وہ کارخانہ الہی کے مختار کل ہیں۔ اور خسران عالم اس کے دستِ نگر و محتاج  
(وہ کون؟) اعنہ، سید المرسلین (رہبر رہبران)

خاتم النبیین (خاتم پیغمبران) رحمۃ للعالمین (رحمت ہر دو جہاں)

شفیع المذنبین (شافع خطاکاراں)

قائد الغر المحجلین (رادی نوریاں و روشن جیتاں)

سواللہ المسکون (رب العزت کا راز سر بسہ)

ذواللہ المخضون (خزانہ الہی، ناموتی، قیمتی و پوشیدہ)

مؤید القلب المخضون (ٹوٹے دلوں کا سہارا)

عالم المآلات و ما یکون (ماضی و مستقبل کا واقف کار)

تاج التقیاء (نیکو کاروں کے سر کا تاج)

نبی الانبیاء (تمام نبیوں کا سر تاج)

مُحَمَّدٍ (الْمُصْطَفَى) رَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ  
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ (إِلَى يَوْمِ الدِّينِ)  
بائیں ہمہ (فضائل جمیدہ و فواضل جلیلہ و محاسن حمیدہ و محامد محمودہ وہ)

خدا کے بندہ و محتاج ہیں

(اور یَسْئَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کے مصداق)

حَاشَ لِلَّهِ کہ عِبْنَتِيَّتْ یا مَنَلِیتْ کا گمان (تو گمان)

(یہ وہم بھی کہ ان کی ذات کریم، ذات الہی شانہ کی عین یا اس کے مثل و

مماثل یا شبیہ و نظیر ہے)

کافر کے سوا، مسلمان کو ہو سکے۔

خزانہ قدرت میں ممکن (و حادث و مخلوق) کے لیے جو کمالات

مقرر تھے (تصور و گمان میں آسکتے تھے یا آسکتے ہیں) سب پائے۔

کہ اور قدرت کو ہم ثنائی (دوسری اور ان مراتب رفیعہ میں برابر ہی) کی مجال نہیں

مگر دائرہ عبودیت و افتقار (بندگی و احتیاج) سے

قدم نہ بڑھا، نہ بڑھا سکے۔ الْعُظْمَةُ لِلَّهِ

خدا نے تعالیٰ سے ذات و صفات میں مشابہت (و مماثلت) کیسی۔

(اس سے مشابہ و مماثل ہونے کا شبہ بھی اس قابل نہیں کہ مسلمان کے دل ایمان

منزل میں اس کا خطرہ گذر سکے۔ جب کہ اہل حق کا ایمان ہے کہ حضور اقدس سرور عالم،

عالم اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ و بارک وسلم، ان احسانات الہی کا جو بارگاہ الہی

سے برآں، ہر گھڑی، ہر لمحہ، ہر لمحہ ان کی بارگاہ و بکس پناہ پر مبذول رہتی ہے۔ ان

انعامات اور ان

نعمائے خداوندی کے لائق جو شکر و ثنا ہے اسے پورا پورا بجا نہ لاسکے۔



نہ ممکن کہ بجا لائیں

کہ جو شکر کریں وہ بھی نعمت آخر

موجب شکر دیگر الاملا نہ پایہ لہ

نعوذ بفضل خداوندی (ربانی نعمتیں و بخششیں خصوصاً آپ پر) غیر متناہی ہیں۔

(ان کی کوئی حد نہ پایہ نہیں۔ انہیں کوئی گنتی و شمار میں نہیں لاسکتا)

قال اللہ تعالیٰ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّكَ مِنَ الْأُولَىٰ

(اے نبی بے شک ہر آنے والا لمحہ، تمھارے لیے، گندے ہوئے لمحے سے بہتر ہے اور

ساعت بساعت آپ کے مراتب رفیعہ، ترقیوں میں ہیں)

مرتبہ ”قاب قوسین اودافی“ کا پایا۔

(اور یہ وہ منزل ہے کہ نہ کسی نے پائی اور نہ کسی کے لیے ممکن ہے اس تک سائی

وہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ شبِ اسری مجھے میرے رب نے اتنا نزدیک کیا کہ مجھ میں اور اس

میں دو کمانوں بلکہ اس سے کم کا فاصلہ رہ گیا)

قسم کھانے کو فرق کا نام رہ گیا۔

کمان امکان کے بھوٹے نقطو! تم اول آخر کے پھیر میں ہو

محیط کی چال سے تو پوچھو کہ ہر سے آئے، کہ ہر گئے تھے

دیدار الہی بچشمِ سر دیکھا۔ کلام الہی بے واسطہ سنا

(بدنِ اقدس کے سامنے۔ بیداری میں اور یہ وہ قرب خاص ہے کہ کسی نبی مرسل و ملک

مقرب کو بھی نہ کبھی حاصل ہوا اور نہ کبھی حاصل ہو)

معملِ یسلی (ادراک سے ماوراء) کروڑوں منزل سے کروڑوں منزل (دور)

(اور) خرد خردہ میں (عقلِ نکتہ دان، دقیقہ شناس) دنگ ہے۔

(کوئی جلنے تو کیا جانے اور کوئی خبر دے تو کیا خبر دے)۔

نیا سماں ہے نیا رنگ ہے

(ہوش و حواس، ان دہنتوں میں گم اور دامنِ نگاہ تنگ)

قرب میں بُعد (نزدیکی میں دوری)

بعد میں قرب (دوری میں نزدیکی)

وصل میں ہجر (وصال میں فرقت)

ہجر میں وصل (فرقت میں وصال)

(عجیب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بھڑے گلے ملے تھے)

(عقل و شعور کو خود اپنا شعور نہیں۔ دست و پابستہ، خود گم کردہ حواس ہے۔ ہوش و

خرد کو خود اپنے لالے پڑے ہیں۔ وہم و گمان دوڑیں تو کہاں تک پہنچیں۔ ٹھوکر

کھائی اور گئے۔)

سراغِ این ومتی کہاں تھا۔ نشانِ کیف والی کہاں تھا

ذکوئی راہی، نہ کوئی ساتھی، نہ سنگِ منزل، نہ مرحلے تھے

(جس راہ کو اللہ چاہا، شانہ ظاہر نہ فرماتے بے بتائے کس کی سمجھ میں آئے اور کسی وقار

کی کیا مجال کہ درونِ خانہ خاص تک قدم بڑھائے)

گوہرِ شاد در دریا (گویا موتی پانی میں تیر رہا ہے)

مگر (یوں کہ) صدف (یعنی سیپی) نے وہ پردہ ڈال رکھا ہے۔

کہ غم سے آشنا نہیں (قطرہ تو قطرہ۔ نمی سے بھی بہرہ در نہیں)

اے جاہلِ نادان! علم (وکنہ حقیقت) کو علم والے پر چھوڑ

اور اس میدانِ دشوارِ جولان سے

(جس سے سلامتی سے گزر جانا، جوئے شیر لانا ہے اور سخت مشقتوں میں پڑنا)

سمندرِ بیان (کلام و خطاب کی تیز و طرار سواری) کی عنان (باگ ڈور) موڑ

صدر نشینانِ بزمِ عز و جہ

اس جناب عرش قباب کے بعد

(جن کے قبۂ اطہر اور گنبد انور کی رفعتیں، عرش سے ملتی ہیں)

مرتبہ اور انبیاء و مرسلین کا ہے صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین

کہ باجم ان میں تفاضل (اور بعض کو بعض پر فضیلت)

عمران کا فرسہ گو کسی مرتبہ دلائییت تک پہنچے۔

فرستہ ہر اگرچہ مغرب (خواہ آدمی۔

صباحی ہو خواہ اہل بیت (اگرچہ مکرم تر و معظم ترین)

ان کے درجے تک (اس غیر کو) وصول محال۔

جو قرب الہی اہمیت حاصل، کوئی اس تک فائز نہیں۔

درجیہ پر خدا کے محبوب، دوسرا برگزینیں۔

یہ جو صدر (وہ بالائی) نشینانِ بہیم عز و جاہ ہیں۔

اور والا مقامان محفل عزت ووجاہت اور مقربان حضرت عزت)

لہ رب العالمین تبارک وتعالیٰ خود ان کے مولیٰ و سرور

نبي مختار عليه الصلوة والسلام الى يوم القرار) كوحكم فرماتا ہے۔

وَالَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَاهُمْ أَقْتَدِهِ -

(جیل کے رہنما کی راجیوتی، اس زمانہ، راجیوتی راجیوتی راجیوتی)

ہاں یہ سچا ہے کہ ایک چھوٹا سا

## کتاب کے قائلین میں سے ایک قائل

[illegible]

خ به د و د پ م ن ه - البتد ا ب ا ل ت ز ه ا ب د ا ل ج ب ح ك ه ق ح ن ا ب ه ا

دریافت

ۛ لا تلغم تبعي كن ان ليا

(۱) مقتدر و غفور و ذوالجلال و ابراهیم و یحییٰ علیهما السلام

مذہب و مذکر انھوں نے اپنے مذہب کو لایا جو ان کے لئے ہے

وَاللَّهُ يَتَذَكَّرُ بِهِ لَعْنَةُ اللَّهِ الْإِنْسَانُ الَّذِي يَأْتِي خَالِيَةً



(کہ یہ بھی مراتب رفیعہ اور ان کے درجات علیہ میں ان کے ہمسر و برابر ہیں)  
محض بے دینی (الحاد و زندقہ) ہے)

جس نگاہ اجمال و توقیر (تکریم و تعظیم) سے انہیں دیکھنا فرض  
(ہے اور دائمی فرض)

حاشا کہ اس کے سو حصے سے ایک حصہ (پہلے) دوسرے کو دیکھیں  
آخر نہ دیکھا کہ صدیق و مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

جس سرکار ابد قرار (دائرہ کار) کے غلام ہیں، اسی کو حکم ہوتا ہے  
ان کی راہ پر چل اور ان کی اقتداء سے نہ نکل  
رتا بہ دیگران چہ رسد

اے عقل خبردار! یہاں مجال دم زدن نہیں)

(اللہ، اللہ! کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے اس مقدس ذات، برگزیدہ صفات کا جسے  
اس کے رب تبارک و تعالیٰ نے، محامد جمیلہ، محاسن جلیلہ، اخلاق حسنہ، فضائل محمودہ سے  
نوازا۔ مراقبہ پر محبوبیت کبریٰ کا تلج والا ابتہاج رکھا۔ جسے خلافت عظمیٰ کا خلعت والا ثبوت  
پہنایا۔ جس کے طفیل ساری کائنات کو بنایا جس کے فیوض و برکات کا دروازہ، تمام ماسوی اللہ  
کو دکھایا۔)

(انہیں سے یہ خطاب فرمایا کہ)

یہ وہ ہیں جنہیں خدا نے راہ دکھائی، تو تو ان کی پیروی کر  
اور فرماتا ہے قَاتِلْهُمْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا

تو پیروی کر شریعت ابراہیم کی۔ جو سب اذعیان باطلہ سے کنارہ کش ہو کر  
دین حق کی طرف جھک آیا۔

(غرض انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام الی یوم الدین میں سے، ہر نبی، ہر  
رسول، بارگاہ عزت جل مجدہ میں بڑی عزت و جہالت والا ہے اور اس کی شان بہت  
رفیع۔ ولہذا ہر نبی کی تعظیم فرض عین بلکہ اصل جملہ فرائض ہے اور)

ان کی ادنیٰ توہین مثل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ کفر ظنی  
(ان میں سے کسی کی تکذیب و تنقیص، کسی کی امانت، کسی کی بارگاہ میں ادنیٰ گستاخی  
ایسے ہی قطعاً کفر ہے جیسے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب پاک میں گستاخی و دریدہ دہنی  
والعیاذ باللہ تعالیٰ)

اور کسی کی نسبت، صدیق ہوں خواہ مرتضیٰ رضی اللہ عنہما

ان (حضرات قدسی صفات) کی خادمی و غاشیہ برداری۔

(اطاعت و فرمانبرداری کہ یہ ان کے پیش خدمت و اطاعت گزار ہیں، اس)

سے بڑھا کر (افضلیت و برتری درکنار) دعویٰ ہم سری۔

## عقیدہ رابعہ

### اعلیٰ طبقہ، ملائکہ مقربین

ان (انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے بعد اعلیٰ طبقہ ملائکہ مقربین کا ہے  
مثلاً سادات و موالینا (مثلاً ہمارے سرداروں اور پیش رو مددگاروں میں سے حضرت)  
جبرائیل (جن کے ذمہ پیغمبروں کی خدمت میں وحی الہی لانا ہے)  
حضرت میکائیل (جو پانی برسانے اور مخلوق خدا کو روزی پہنچانے پر مقرر ہیں)  
و (حضرت) اسرافیل (جو قیامت کو صور پھونکیں گے)  
و (حضرت) عزرائیل (جنہیں قبض ارواح کی خدمت سپرد کی گئی ہے)  
و حملہ (یعنی حاملان) عرش جلیل صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔  
ان کے علوشان و رفعت مکان (شوکت و عظمت اور اعلیٰ مرتبت) کو بھی کوئی  
ولی نہیں پہنچتا (خواہ کتنا ہی مقرب بارگاہ احدیت ہو)  
اور ان کی جناب میں گستاخی کا بھی بعینہ وہی حکم  
(جو انبیاء و مرسلین کی رفعت پناہ بارگاہوں میں گستاخی کا ہے کہ کفر قطعی ہے)  
(ان ملائکہ مقربین میں بالخصوص)

جبرائیل علیہ السلام مِنْ دَجَّةٍ رَّسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے استاذ ہیں

سے قال الامام الفخر الرازی وقوله شد ید القوی۔ فیہ فوائد الاولی ان مدح المعلم (باقی آگے)

قال تعالى علمه شد ید القوی

رکھایا ان کو یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت قوتوں والے طاقتور نے  
یعنی جبرائیل علیہ السلام نے جو قوت و اجلال خداوندی کے مظہر اتم قوت جسمانی و عقل و نظر  
کے اعتبار سے کامل۔ وحی الہی کے بارے میں متحمل، چشم زدن میں، سدرۃ المنتہی تک پہنچ جانے  
والے جنگی دانش مندی اور فراست ایمانی کا یہ عالم کہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام  
کی بارگاہوں میں وحی الہی لے کر نزول اجبال فرماتے اور پوری دیانتداری سے اسل مانتے کو  
ادا کرتے رہے)

پھر وہ کسی کے شاگرد کیا ہوں گے

جسے ان کا استاذ بنائیے اسے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا استاذ الاستاذ مظہر ایسے  
یہ وہی ہیں جنہیں حق تبارک و تعالیٰ رسول کریم مکین امین فرماتا ہے۔

اگر وہ عزت والے مالک عرش کے حضور بڑی عزت والے ہیں ملائکہ اعلیٰ کے مقتداء  
کہ تمام ملائکہ ان کے اطاعت گزار و فرماں بردار، وحی الہی کے امانت دار، کہ ان کی  
امانت میں کسی کو بحال حرف زدن نہیں پیام رسانی وحی میں۔ امکان نہ سہو کا۔ نہ غلط فہمی  
و غلطی کا اور نہ کسی سہل پسندی اور غفلت کا۔ منصب رسالت کے پوری طرح متحمل، اسرار  
انوار کے ہر طرح محافظ۔ فرشتوں میں سب سے اونچا ان کا مرتبہ و مقام اور قرب قبول  
پر فائز المرام۔ وہ صاحب عزت و احترام کہ)

و بقیہ حاشیہ) مدح المتعلم فلو قال علمہ جبرائیل ولم یصفہ ما کان یحصل للنبی صلی اللہ علیہ  
وسلم بہ فضیلة ظاہرة الثانیہ ہی ان فیہ رداعیلمہ حیث قالوا اساطیر الاولین سمعھا وقت سفرہ  
الی الشام فقال لم یعلم احد من الناس بل معلمہ شد ید القوی الخ و لہذا قال الامام احمد رضا  
ما قال و هو حق ثابت۔ واللہ اعلم۔ العبد محمد خلیل عفی عنہ)



نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسرے کے خادم نہیں۔  
 (اور تمام مخلوقات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور ان کا مخدوم  
 مطاع نہیں۔ اور جنگ بدر میں فرشتوں کی ایک جمیعت کے سامنے، حضور کے لشکر کا ایک  
 سپاہی بن کر شامل ہونا مشہورہ زبان زد خاص و عام)  
 اکابر صحابہ و اعظم اولیاء کو (کہ واسطہ نزول برکات ہیں)  
 اگر ان کی خدمت (کی دولت) ملے دو جہاں کی فخر و سعادت جانیں  
 پھر یہ کس کے خدمت گار یا غاشیہ بردار ہوں گے۔  
 (اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو بادشاہ کون و مکمل، مخدوم و مطاع  
 ہر دو جہاں ہیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم اجمعین و بارک وسلم

## عقیدہ خامسہ

### اصحاب سید المرسلین و اہل بیت کرام

ان ملائکہ مرسلین و سادات فرشتگان مقربین (کے بعد  
 بڑی عزت و منزلت اور قرب قبول احدیت پر فائز)  
 اصحاب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اجمعین ہیں۔  
 اور انھیں میں حضرت بتول، حنظلہ، پاره رسول  
 خاتون جہاں، بانوی جہاں۔ سیدۃ النساء فاطمہ زہرا (شامل)  
 اور اس دو جہاں کی آقا زادگی کے دونوں شہزادے۔  
 عرش و اعظم کی آنکھ کے دونوں تارے  
 چرخ سیادت (آسمان کرامت) کے مہ پارے۔  
 باغ نظہیر کے پیارے پھول  
 و نزل قرۃ العین رسول  
 امامین کریمین (مادیان باکرامت و با صفا)  
 سعیدین شہیدین (نیک بخت و شہیدان جفا)  
 تقیین نقیین (پاک دامن، پاک باطن)  
 نیرین (قرین۔ آفتاب رخ و ماہتاب رو)  
 طاہرین (پاک سیرت، پاکیزہ نحو)

ابو محمد (حضرت امام حسن و ابو عبد اللہ) حضرت امام حسین۔

اور تمام مادران اُمت

بالوان رسالت (اُقیات المؤمنین۔ ازواج مطہرات)

علی المصطفیٰ و علیہم کلہم الصلوٰۃ والتیمۃ (ان صحابہ کرام کے زمرہ میں داخل)

کہ صحابی ہر وہ مسلمان ہے جو حالت اسلام میں اس چہرہ خدا نما (اور اس ذات

حق رسا) کی زیارت سے مشرف ہوا۔

اور اسلام ہی پر دنیا سے گیا

(مرد و خواہ عورت، بالغ ہو خواہ نابالغ)

ان (اعلیٰ درجات والا مقامات) کی قدر و منزلت وہی خوب جانتا ہے۔

جو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و رفعت سے آگاہ ہے۔

(اس کا سینہ، انوار عرفان سے منور اور آنکھیں جمال حق سے مشرف ہیں، حق پر

چلتا، حق پر جیتا اور حق کے لیے مرتا ہے اور قبول حق اس کا دھیرہ ہے)

آفتاب نیم روز (دوپہر کے چڑھتے سورج) سے روشن ترکہ

محب (سچا پابنے والا) جب قدرت پاتا ہے۔

اپنے محبوب کو صحبت بد (بُست ہم نشینوں اور بدکار رفیقوں) سے بچاتا ہے۔ (اور

مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا مانتا ہے کہ) حق تعالیٰ قادر مطلق

(اور ہر ممکن اس کے تحت قدرت ہے)

اور (یہ کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے محبوب و سید المحبوبین

(تمام محبوبان بارگاہ کے سردار و سر کے تاج)

کی عقل سلیم (بشرطیکہ وہ سلیم ہو) تجویز کرتی (جائز و گوارا رکھتی) ہے۔

کہ ایسا قدیر (فعال) لایرید جو چاہے اور جیسا چاہے کرے)

ایسے عظیم ذی وجاہت، جان محبوبی دکان عزت

(کہ جو ہو گیا، جو ہو گا اور جو ہو رہا ہے انہیں کی مرضی پر ہوا۔ انہیں کی مرضی پر ہو گا

اور انہیں کی مرضی پر ہو رہا ہے، ایسے محبوب ایسے مقبول)

کے لیے خیار خلق کو (کہ انبیاء و مرسلین کے بعد تمام خلایق پر فائق ہوں حضور

کا صحابی)

جلس دانیس (ہم نشین و غمخوار) و یار و مددگار مقرر نہ فرمائے

(نہیں ہرگز نہیں تو جبکہ مولائے قادر و قدیر جل جلالہ نے انہیں، ان کی یاری و

مددگاری، رفاقت و صحبت کے لیے منتخب فرمایا تو اب)

جو ان میں سے کسی پر طعن کرتا ہے

جناب باری تعالیٰ کے کمال حکمت و تمام قدرت (پر ازام نقص و ناتمامی

کا لگتا ہے)

و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت محبوبیت (کمال شان محبوبی) و نہایت

منزلت (و انتہائے عزت و وجاہت)

(اور ان مراتب رفیعہ اور مناصب جلیلہ)

پر حرف رکھتا ہے (جو انہیں بارگاہ صمدیت میں حاصل ہیں تو یہ مولائے قدوس

تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں یا اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب پاک میں گستاخانہ زبان

و رازی و دریدہ دہنی ہے اور کھلی بغاوت)

اسی لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

اللہ اللہ فی اصحابی۔ لا تتخذوہم غریماً من بعدی

فمن احبہم فحببتی احبہم و من ابغضہم فبغضت الغضہم

من اذہم فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ ط



وَمَنْ أَذَى اللَّهِ فَيُوشِكُ أَنْ يَلْخُذَ بِهِ

خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو میرے اصحاب کے حق میں

انھیں نشانہ نہ بنالینا میرے بعد

جو انھیں دوست رکھتا ہے میری محبت سے انھیں دوست رکھتا ہے۔

اور جو ان کا دشمن ہے، میری عداوت سے ان کا دشمن ہے۔

جس نے انھیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔

اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی

اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو گرفتار کر لے۔

(یعنی زندان عذاب و بلا میں ڈال دے) رواہ الترمذی وغیرہ

اب اے خارجیو، ناصبیو!

(حضرات فتنین و امانین جلیلین سے خصوصاً اپنے سینوں میں بغض و کینہ

رکھنے اور انھیں جنہیں وچناں کہنے والو!)

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مذکورہ بالا) اس ارشاد عام

اور جناب باری تعالیٰ نے آیت کریمہ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ سے

(کہ اللہ تعالیٰ ان سے یعنی ان کی اطاعت و اخلاص سے راضی اور وہ اس سے

یعنی اس کے کرم و عطا سے راضی)

جناب ذوالنورین (امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی)

و حضرت اسد اللہ غالب (امیر المؤمنین علی بن ابی طالب)

و حضرات سبطین کریمین (امام حسن و امام حسین) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

(کو ستی کر دیا اور اس استثناء کو تمھارے کان میں پھونک دیا ہے)

یا، اے شیعو! اے رافضیو! ان احکام شاملہ سے (کہ سب صحابہ کو شامل ہیں

اور جملہ صحابہ کرام ان میں داخل ہیں)

خدا و رسول (جل و علا، و صلی اللہ علیہ وسلم) نے

(امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین) حضرت صدیق اعظم

(و امیر المؤمنین امام المسلمین) جناب فاروق اکبر

(و امیر المؤمنین کامل الحیاء والایمان) حضرت معجز حبیب العسرة

(فی رضی الرحمن عثمان بن عفان)

و جناب ام المؤمنین محبوبہ سید العالمین

(طیبہ، طاہرہ، عقیقہ) عائشہ صدیقہ بنت صدیق

و حضرات طلحہ و زبیر و معاویہ

رک اول کے بارے میں ارشاد وارد کہ "اے طلحہ! یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے ہیں

اور بیان کرتے ہیں کہ یہ قیامت کے یوں میں تمھارے ساتھ رہوں گے"

اور ثانی کے باب میں ارشاد فرمایا:

"یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ میں روز قیامت

تمھارے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ تمھارے چہرہ سے جہنم کی اڑتی چنگاریاں

دور کروں گا"

امام جلال الدین سیوطی جمع الجوامع میں فرماتے ہیں سند صحیح (اس حدیث کی

سند صحیح ہے)۔

اور حضرت امیر معاویہ تو اول ملوک اسلام اور سلطنت محمدیہ کے پہلے بادشاہ

ہیں اسی کی طرف وراثت مقدس میں اشارہ ہے کہ

مولدہ بمکّة ومہاجرہ طیبہ و ملکہ بالشام

وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ کو ہجرت فرمائے گا اور اس کی سلطنت شام میں ہوگی۔

(تو امیر معاویہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے مگر کس کی؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی)

وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم الی یوم الدین کو خارج کر دیا اور تمھارے کان میں (اللہ کے رسول نے چپ چاپ) کہہ دیا کہ "اصحابی" سے ہماری مراد

اور آیت میں ضمیر "ہم" کے مصداق

ان لوگوں کے سوا (اور دوسرے صحابہ) ہیں۔

جو تم ان کے لئے خوارج (اور اے روافض) دشمن ہو گئے۔

اور عیاذ باللہ (امھیں) لعن طعن سے یاد کرنے لگے۔

(اور شومی بخت سے)

نہ یہ جانا کہ یہ دشمنی، درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی ہے۔

اور ان کی ایذا، حق تبارک و تعالیٰ کی ایذا

(اور جہنم کا دائمی عذاب جس کی سزا)

مگر اے اللہ!

تیری برکت والی رحمت اور ہمیشگی والی عنایت

اک پاک فرقہ اہل سنت و جماعت پر

جس نے نیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سب ہم نشینوں

اور گلستانِ محبت کے گل چینوں کو ہمیشہ ہمیش کسی استثناء کے بغیر

لگاہ تعظیم و اجلال (اور نظرِ تکریم و توقیر) سے دیکھنا۔

اپنا شمار و دنار (اپنی علامت و نشان) کر لیا

اور سب کو چرخِ ہدایت کے ستارے

اند فلک عزت کے سیارے جانتا۔ عقیدہ کر لیا

کہ ہر فرد بشران کا (باز و نیکو کار)

ممر و عدول و اخیار و اقیار و ابرار کا سردار

اور امت کے تمام عدل گستر، عدل پرور، نیکو کار، پرہیزگار اور صالح بندوں کے سرکا

تاج ہے) تابعین سے لے کر تابعی امت

امت کا کوئی ولی، کیسے ہی پایہ عظیم کو پہنچے۔

صاحبِ سلسلہ ہو، خواہ غیران کا

بزرگ سرگز ان میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ کے رقبہ کو نہیں پہنچتا

اور ان میں ادنیٰ کوئی نہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ صادق کے مطابق

اہل کو کوہِ احد کے برابر سونا

ان کے نیم صاع (تقریباً دو کو) جو کے برابر نہیں

جو قربِ خدا، امھیں حاصل، دوسرے کو میسر نہیں۔

اور جو درجاتِ عالیہ یہ پائیں گے، غیر کو ہاتھ نہ آئیں گے۔

(الہسنت کے خواص تو خواص۔ عام تک)

ان سب کو بالا جلال (کہ کوئی فرد ان کا مثل سے نہ جائے از اول تا آخر)

پر لے دیجئے کا بردِ تقی (نیکو کار و متقی) جانتے

اور تفصیلِ احوال پر (کہ کس نے کس کے ساتھ کیا کیا اور کیوں کیا۔ اس)

پر نظرِ حرام مانتے (ہیں)



جو نعل (ان حضرات صحابہ کرام میں سے) کسی کا

اگر ایسا منقول بھی ہوا

جو نظر قاصر (دنگاہ کوتاہ ہیں) میں ان کی شان سے

قدرے گرا ہوا اٹھ رہے (اور کسی کوتاہ نظر کو اس میں حرف ذنی کی گنجائش ملے)

اسے محل حسن پراتارتے ہیں۔

(اور اسے ان کے خلوص قلب حسن نیت پر محمول کہتے ہیں)

اور اللہ کا سچا قول "رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ" سن کر

آئینہ دل میں زنگ تفتیش کو جگہ نہیں دیتے

(اور تحقیق احوال واقعی کے نام کامل کپیل، دل کے آئینہ پر چڑھنے نہیں دیتے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرما چکے

إِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِي فَأَمْسِكُوا

"جب میرے اصحاب کا ذکر آئے تو باز رہو"

(سو وعقیدت اور بدگمانی کو قریب نہ پھٹکنے دو، تحقیق حال تفتیش نال میں

نہ پڑو)

ناچار اپنے آقا کا فرمان عالی شان - اور

یہ سخت وعیدیں، ہولناک تہدیدیں (ڈراوے اور دھمکیاں)

سن کر زبان بند کر لی اور دل کو سب کی طرف سے صاف کر لیا۔

(اور بلا چون و چرا) جان لیا کہ ان کے ربّے جاری عقل سے وراہ میں

پھر ہم انکے معاملات میں کیا دخل دیں

ان میں جو مشاجرات (صورۃ نزاعات و اختلافات) واقع ہوئے۔

ہم ان کا فیصلہ کرنے والے کون؟

گداٹے خاک نشینی تو حافظا مخروش

رموزِ ملکوت خولیش، خسرواں داند

تیرا منہ ہے کہ تو بولے یہ سرکاروں کی باتیں میں

حاشا کہ ایک کی طرف داری میں، دوسرے کو برا کہنے لگیں۔

یا ان نزاعوں میں ایک فریق کو دنیا طلب ٹھہرائیں

بلکہ بالیقین جانتے ہیں کہ وہ سب مصلح دین کے خواست گار تھے۔

(اسلام و مسلمین کی سرمدی ان کا نصب العین تھی مہر وہ مجتہد بھی تھے۔ تو)

جس کے اجتہاد میں جو بات

دین الہی و شرع رسالت پناہی جل جلالہ، صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے

اسلحہ دانسب (زیادہ مصلحت آمیز اور احوال مسلمین سے مناسب تر)

علوم ہوئی۔ اختیار کی

گو اہمیت اد میں خطا ہوئی اور ٹھیک بات ذہن میں نہ آئی

لیکن وہ سب حق پر ہیں (اور سب واجب الاحترام)

ان کا حال بعینہ ایسا ہے جیسا فروع مذہب میں

(خود علمائے اہل سنت بلکہ ان کے مجتہدین مثلاً امام اعظم)

ابو حنیفہ و (امام) شافعی (وغیرہما) کے اختلافات

نہ ہرگز ان منازعات کے سبب، ایک دوسرے کو گمراہ فاسق جاننا

نہ ان کا دشمن ہو جانا

(جس کی تائید بولی ملی کے اس قول سے ہوتی ہے کہ اخواننا بغوا علینا یہ سب

ہمارے بھائی ہیں کہ ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ

ب حضرات، آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار اور سپہ غلام ہیں۔ خدا و رسول کی



بارگاہوں میں معظم و معزز اور آسمان باریت روشن ستارے میں اصحابی کا لتجویم

بالجملہ ارشادات خدا و رسول عز مجده و صلی اللہ علیہ وسلم سے

(اس پاک فرقہ اہل سنت و جماعت نے اپنا مقیدہ اور)

اتنا یقین کر لیا کہ سب (صحابہ کرام) اچھے اور عدل

و ثقہ، تقی، نقی ابرار (خاصان پروردگار) ہیں۔

اور ان (مشاجرات و نزاعات کی) تفصیل پر نظر، گمراہ کرنے والی ہے

نظیر اس کی، عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے کہ

اہل حق (اہل اسلام، اہلسنت و جماعت) شاہراہ عقیدت پر چل کر (منزل)

مقصود کو پہنچے۔

اور ارباب (غواہیت و اہل) باطل تفصیلوں میں خوض

(و ناحق غور) کر کے متناک (منالیت اور) بددینی (کی گمراہیوں) میں جا پڑے

کہیں دیکھا و عقلی آدم ربہ فغولی

کہ اس میں عصیاں اور بظاہر تعمیل حکم ربانی سے روگردانی کی نسبت حضرت

آدم علیہ السلام کی جانب کی گئی ہے)

کہیں سنا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر

(جس سے ذنب یعنی گناہ و غفران ذنب یعنی بخشش گناہ کی نسبت کا،

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب والا کی جانب گمان ہوتا ہے)

کبھی موسیٰ (علیہ السلام) و قبطی (قوم فرعون) کا قصہ یاد آیا

(کہ آپ نے قبطی کو آمادہ ظلم پاکر ایک گھونسا مارا اور وہ قبطی فقر گوریں پہنچا۔)

کبھی (حضرت) داؤد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور ان کے ایک امتی)

اور یاہ کا فسانہ سن پایا

(حالانکہ یہ الزام تھا یہود کا، حضرت داؤد علیہ السلام پر۔ جسے انھوں نے خوب اچھا لالہ اور زبان زد خواہم الناس ہو گیا۔ حتیٰ کہ بر بنائے شہرت، بلا تحقیق و تفتیش احوال بعض مفسرین نے اس واقعہ کو من و عن بیان فرما دیا جبکہ امام رازی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ میری تحقیق میں سراسر باطل و لغو ہے۔

غرض بے عقل بے دینیوں اور بے دین بد عقلوں نے یہ افسانہ سن پایا تو)

لگے چون چرا کرنے

تسلیم و گردن نہادوں کے زینہ سے اترنے

مہر ناراضی خدا و رسول کے سوا اور بھی کچھ پھل پایا؟

اور (الط) خضنتہ کالذی خاصو

(اور تم یہود کی میں پڑے جیسے وہ پڑے تھے اور اتباع باطل میں ان کی راہ

افتدک) نے حقیقت کلمۃ العذاب (مگر عذاب کا قول کا ذل پر ٹھیک اثر)

کا وہ دکھایا ان لیشاء ربی انہ فقال لسا یرید

(مسلمان ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ

والسلام کبیرہ گناہوں سے مطلقاً اور گناہ صغیرہ کے عذاب ارتکاب، اور ہر ایسے امر سے

جو خلق کے لیے باعث نفرت ہو اور مخلوق خدا، ان کے باعث ان سے دور بھاگے

نیز ایسے افعال سے جو وجاہت و مروت اور معززین کی شان و مرتبہ کے برخلاف ہیں

قبل نبوت اور بعد نبوت بالا جامع معصوم ہیں)

اللہم (نسئلک) الثبات علی الہدی انک انت العلی الاعلی

صحابہ کرام کے باب میں یاد رکھنا چاہیے کہ

وہ حضرات رضی اللہ عنہم اجمعین انبیاء نہ تھے۔ فرشتے نہ تھے کہ معصوم ہوں۔

ان میں سے بعض حضرات سے لغزشیں صادر ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ و رسول کے



احکام کے خلاف ہے۔

اللہ عزوجل نے سورہ حدید میں صحابہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں۔

۱۔ مَنْ أَتَقَىٰ مِنَ قَبْلِ الْقِتَّةِ وَقَتَلِ

۲۔ أُنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتَلُوا

یعنی ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف بائیاں ہوئے راہ خدا میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا جب کہ ان کی تعداد بھی بہت قلیل تھی۔ اور وہ ہر طرح ضعیف و درماندہ بھی تھے۔ انھوں نے اپنے اوپر جیسے جیسے تنذیر مجاہدے گوارا کر کے اور اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال ڈال کر، بے دریغ اپنا سرمایہ، اسلام کی خدمات کی نذر کر دیا۔ یہ حضرات مہاجرین انصار میں سے سابقین اولین ہیں ان کے مراتب کا کیا پوچھنا۔ دوسرے وہ کہ بعد فتح مکہ ایمان لائے، راہ مولیٰ میں خرچ کیا اور جہاد میں حصہ لیا۔ ان اہل ایمان نے اس وقت اپنے اخلاص کا ثبوت، جہاد مالی و قتالی سے دیا۔ جب اسلامی سلطنت کی جڑ مضبوط ہو چکی تھی۔ اور مسلمان کثرت تعداد اور جاہ و مال ہر لحاظ سے بڑھ چکے تھے اور ان کا بھی عظیم ہے لیکن ظاہر ہے کہ ان السابقون الاولون کے درجہ کا نہیں۔

اسی لیے قرآن عظیم نے ان پہلوں کو ان پچھلوں پر تفضیل دی۔

اور پھر فرمایا کَلَّا وَعَدَ اللَّهُ الْخُسْفٰی

”ان سب سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا“

کہ اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے اجر ملے گا سب ہی کو محروم کوئی نہ رہے گا۔

اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان کے حق میں فرماتا ہے۔

أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔

لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَتَهَا وہ جہنم کی بھبھکت تک نہ سنیں گے۔

وَهُمْ فِي مَا اشْتَقَّتْ أَنْفُسُهُمْ خَالِدُونَ

”وہ ہمیشہ اپنی من مانتی جی بھاتی مرادوں میں رہیں گے۔“

لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ

”قیامت کی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ انھیں ٹمگین نہ کرے گی۔“

تَتَلَقَّيْنَهُمُ الْمَلَائِكَةُ فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔

هَذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ط

”یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے تو جو کسی صحابی پر طعن کرے اللہ واحد قہار کو بھٹلاتا ہے۔

اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کا ذبیہ ہیں ارشاد الہی کے مقابل

پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں۔

رب عزوجل نے اسی آیت حدید میں اس کا منہ بھی بند کر دیا کہ دونوں فریق

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرما دیا۔

وَاللَّهُ يَسْتَأْذِنُ بَيْنَ يَدَيْهِ خَبِيرٌ ما اور اللہ کو خوب خبر ہے جو تم کر دو گے۔

اس لیے اس نے تمہارے اعمال جان کر حکم فرما دیا کہ وہ تم سب سے جنت بے

عذاب و کرامت و ثواب بے حساب کا ووردہ فرما چکا ہے۔

تو اب دوسرے کو کیا حق رہا کہ ان کی کسی بات پر طعن کرے، کیا طعن کرنے

والا، اللہ سے جدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے اس کے بعد جو کوئی کچھ بکے

وہ اپنا سر کھلے اور خود جہنم میں جائے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفاء فی قاضی عیاض میں

فرماتے ہیں۔ جو حضرت معاذیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں

## تنبیہ ضروری

اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ کہ و تکف عن ذکر الصحابة الا بخیر

” یعنی صحابہ کرام کا جب بھی ذکر ہو تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے۔“

انہیں صحابہ کرام کے حق میں جو ایمان و سنت و اسلام حقیقی پر تادم مرگ ثابت قدم رہے اور صحابہ کرام جہور کے خلاف، اسلامی تعلیمات کے مقابل، اپنی خواہشات کے اتباع میں کوئی نئی راہ نہ نکالی اور وہ بد نصیب کہ اس سعادت سے محروم ہو کر اپنی دکان الگ جما بیٹھے اور اہل حق کے مقابل، قتال پر آمادہ ہو گئے۔ وہ ہرگز اس کا مصداق نہیں اس لیے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جنگ جمل و صفین میں جو مسلمان ایک دوسرے کے مقابل آئے ان کا حکم خطائے اجتہادی کا ہے۔ لیکن اہل نہروان جو مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی تکفیر کے بغاوت پر آمادہ ہوئے وہ یقیناً فساق و فجار، طاغی و باغی تھے اور ایک نئے فرقہ کے ساعی و سامتی جو خوارج کے نام سے موسوم ہوا اور امت میں نئے فتنے اب تک اسی کے دم سے پھیل رہے ہیں (سراج العارف وغیرہ)



## عقیدہ سادسہ

### عشرہ مبشرہ و خلفائے اربعہ

اب ان سب میں افضل و اعلیٰ و اکمل حضرات عشرہ مبشرہ ہیں۔

وہ دس صحابی، جن کے قطعی جنتی ہونے کی بشارت و خوشخبری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی ہی میں سنادی تھی وہ عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں۔

یعنی حضرات خلفائے اربعہ راشدین

حضرت طلحہ بن عبید اللہ

حضرت زبیر بن العوام

حضرت عبدالرحمن بن عوف

حضرت سعد بن ابی وقاص

حضرت سعید بن زید

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح

وہ یار بہشتی اند قطعی

سعد ست سعید و ابوعبیدہ

بو بکر و عمر، عثمان و علی  
طلحہ ست و زبیر و عبدالرحمن

اور ان میں خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور

ان چار ارکان قصر ملت (ملت اسلامیہ کے عالی شان محل کے چار ستونوں)

دچار انہار باغ شریعت (اور گلستان شریعت کی ان چار نہروں)



کے خصائص و فضائل، کچھ ایسے رنگ پر واقع ہیں کہ  
ان میں سے جس کسی کی فضیلت پر تنہا نظر کیجیے  
یہی معلوم (دوبارہ و مفہوم) ہوتا ہے کہ

جو کچھ ہیں یہی ہیں ان سے بڑھ کر کون ہوگا

بہر گلی کہ از ہی چار باغ می نگریم

بہار دامن دل فی کشد کہ جائیں جاست

علی الخصوص شمع شبستان ولایت، بہار چمنستان معرفت

امام الواصلین سید العارفین

(واصلان حق کے امام، اہل معرفت کے پیش رو)

خاتم خلافت نبوت، فاتح سلاسل طریقت

مولی المسلمین، امیر المومنین ابوالائمہ الطاہرین

(پاک طینت، پاکیزہ خصلت اماموں کے جد امجد

طاہر مطہر، قاسم کوثر

اسد اللہ غالب مظہر العجائب والغرائب مطلوب کل طالب سیدنا و مولانا علی

بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم و

حشرنا فی زمرتہ فی یوم عظیم

کہ اس جناب گروں قباب (جن کے قبہ کی کلس آسمان برابر ہے ان) کے

منائب جلیلہ (اوصاف حمیدہ) و محمد جبیلہ (خصائل حسنہ)

جس کثرت و شہرت کے سامنے (کثیر و مشہور زبان زد عام و ص) ہیں

دوسرے کے نہیں

(پھر) حضرات شیخین، صاحبین صہیرین

ر کہ ان کی صاحبزادیاں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شرف زوجیت سے  
مشرف ہوئیں اور امہات المومنین، مسلمانوں ایمان والوں کی مائیں کہلائیں

وزیرین (جیسا کہ حدیث شریف میں وارد کہ میرے دو وزیر آسمان پر ہیں جبریل

و میکائیل اور دو وزیر زمین پر ہیں۔ ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

امیرین (کہ ہر دو امیر المومنین ہیں)

مشیرین (دونوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شوریٰ کے

رکن اعظم)

ضجیعین (ہم خواجہ اور دونوں اپنے آقا و مولیٰ کے پہلو پہ پہلو آج بھی معروف

استراحت)

زمینین (ایک دوسرے کے یار و غمگسار)

سیدنا و مولانا عبد اللہ العتیق ابو بکر صدیق

و جناب حق نائب ابو حفص عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کی شان و الاسب کی شانوں سے جدا ہے

اور ان پر سب سے زیادہ عنایت خدا اور رسول خدا جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم ہے

بعد انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین کے

جو مرتبہ ان کا خدا کے نزدیک ہے دوسرے کا نہیں

اور رب تبارک و تعالیٰ سے جو قرب و نزدیکی

اور بارگاہ عرش اشتباہ رسالت میں جو عزت و سر بلندی

ان کا حصہ ہے اور ان کا نصیب نہیں

اور منازلِ جنت و مواہب بے منت میں

انہیں کے درجات سب پر مالی

فضائل و فواضل (فضیلتوں اور خصوصی بخششوں)

و حسنات و طہیات (نیکیوں اور پاکیزگیوں)

میں انہیں کو تقدم و پیشی (یہی سب پر مقدم۔ یہی پیش پیش)

ہمارے علماء و ائمہ نے اس باب میں مستقل تصنیفیں فرما کر

سعادت کو نین و شرافت دارین حاصل کی۔

(ان کے فضائل تحریر میں لائے، ان کے محاسن کا ذکر فرمایا ان کے اولیات

و خصوصیات گنائے)

در نہ غیر متناعی (جو ہماری فہم و فراست کی رسائی سے ماوراء ہو۔ اس)

کا شمار کس کے اختیار

واللہ العظیم اگر ہزار دفتر ان کے شرح فضائل (اور بسط فواضل)

میں لکھے جائیں یکے از ہزار تحریر میں نہ آئیں سے

و علی تقنن و اصفیہ بحسنہ

یعنی الزماں و فیہ مالم یوصف

مگر کثرت فضائل و شہرت فواضل

(کثیر در کثیر فضیلتوں کا موجود اور پاکیزہ و برتر عزتوں مرحمتوں کا مشہور ہونا)

چیزے دیگر (اور بات ہے)

اور فضیلت و کرامت

(سب سے افضل اور بارگاہِ عزت میں سب سے زیادہ قریب ہونا)

امرے آخر (ایک اور بات ہے اس سے جدا ممتاز)

فضل، اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے جسے چاہے عطا فرمائے

قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ

اس کی کتاب کریم اور اس کا رسول عظیم علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیم

علی الاعلان گواہی دے رہے ہیں کہ

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ماجد، مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے

راہت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں۔

مَنْتَ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَ يَا

عَلِيُّ هَذَا ابْنُ سَيِّدِ الْأَرْوَاحِ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَشَبَابُهَا بَعْدَ النَّبِيِّينَ وَ الْمُرْسَلِينَ

میں خدمتِ اقدس حضور افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھا

کہ ابو بکر و عمر سامنے آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی!

یہ دونوں سردارِ نبی اہل جنت کے سب بڑے ہوں اور جوانوں کے، بعد

انبیاء و مرسلین کے (رواہ الترمذی، و ابن ماجہ و عبد اللہ بن الامام احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی۔

حضور کا ارشاد ہے۔ ابو بکر و عمر خیر الاولین و آخرین و

خَيْرُ أَهْلِ السَّنَوَاتِ وَ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْوَاحِ

إِلَّا النَّبِيِّينَ وَ الْمُرْسَلِينَ

ابو بکر و عمر بہتر ہیں سب انگلوں پچھلوں کے

اور بہتر ہیں سب آسمان والوں سے۔

۱۔ مطبوعہ سالہ میں "وزاب بے منت" مطبوع ہے اور حاشیہ پر تحریر کہ اصل میں ایسا ہی ہے  
فقرنے اسے مواہب لکھا جبکہ منازل کا ہم قافیہ ہے منال یعنی چٹے اور یہی منب ۱۲۔ محمد ظیل



اور بہترین سب زمین والوں سے

سوا انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے

رواہ الحاکم فی المکنی وابن عدی و خطیب

خود حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے بار بار

اپنی کرسی مملکت و سطوت (و دبدبہ) خلافت میں

افضلیت مطاقہ شیخین کی تصریح فرمائی۔

(اور صاف صاف و اشکاف الفاظ میں بیان فرمایا کہ یہ دونوں حضرات علی الطلاق

بلا قید جہت و حیثیت، تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں)

اور یہ ارشاد ان سے ہوا تر ثابت ہوا کہ

اسی سے زیادہ صحابہ و تابعین نے اسے روایت کیا۔

اور فی الواقع اس مسئلہ (افضلیت شیخین کریمین) کو

جیسا حق مآب مرتضوی نے صاف صاف و اشکاف

بہ کرات و مرات (بار بار موقع بہ موقع اپنی)

حکومات و خلوات (عمومی محفلوں، خصوصی نشستوں)

و مشاہد عامہ و مساجد جامعہ

(عامۃ الناس کی مجلسوں اور جامع مسجدوں)

میں ارشاد فرمایا، دوسروں سے واقع نہیں ہوا

(ازاں جملہ وہ ارشاد گرامی کہ)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد بن حنفیہ

صاحبزادہ جناب امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی

قَالَ قُلْتُ لِإِيٍّ أَحْسَى النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

قال "ابوبکر"

قال "قلت ثم من؟ قال "عمر"

یعنی میں نے اپنے والد ماجد امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں سے بہتر کون ہیں؟

ارشاد فرمایا "ابوبکر"۔ میں نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا "عمر"

ابوہریرہ بن عبد اللہ، حکم بن حبل سے اور دارقطنی اپنی سنن میں راوی

جناب امیر کرم اللہ وجہہ تعالیٰ فرماتے ہیں

لا أحد أجد أحداً فضلي على أبي بكر وعمر إلا جلدته جلد (ملفتری

جسے میں پاؤں لگا کہ شیخین (حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

سے مجھے افضل بتاتا (اور مجھے ان میں سے کسی پر فضیلت دیتا) ہے

اسے ملفتری (افتر و بہتان لگانے والے) کی حد ماروں گا کہ اسٹی کوڑے میں

ابو القاسم ظہمی کتاب السنۃ میں جناب علقمہ سے راوی

بلغ علياً أن أقواماً يفضلونه على أبي بكر وعمر

فصعد المنبر - فحمد الله وأثنى عليه ثم قال

أيها الناس! إنه بلغني أن أقواماً يفضلوني على أبي بكر وعمر

ولو كنت نقتل من فيه لعاقبت فيه

فمن سمعته بعد هذا اليوم يقول هذا

فهو مفتر - عليه حد المفتری - ثم قال

إن خير هذه الأمة بعد نبيها صلي الله عليه وسلم أبو بكر ثم عمر

ثم الله أسلم بالخير بعدك

قال وفي المجلس الحسن بن علي فقال



واللہ کو سستی الثالث لستی عثمان  
یعنی جناب مولیٰ علی کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ انھیں  
حضرات شیخین رضی اللہ عنہما پر تفضیل دیتے  
(اور حضرت مولیٰ کو ان سے افضل بتاتے) ہیں  
پس منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا  
”اے لوگو! مجھے خبر پہنچی کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر و عمر سے افضل بتاتے ہیں  
اور اگر میں نے پہلے سے سنا ہوتا تو اس میں سزا دیتا  
یعنی پہلی بار تفسیم (و تنبیہ) پر قناعت فرماتا ہوں  
پس اس دن کے بعد جسے ایسا کہتے سنوں گا  
تو وہ مفتری (بہتان باز) ہونے والا ہے اس پر مغتری کی حد لازم ہے  
پھر فرمایا بے شک بہتر اس امت کے بعد ان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوبکر  
ہیں۔ پھر عمر۔ پھر خدا خوب جانتا ہے بہتر کو ان کے بعد  
اور مجلس میں امام حسن بھی جلوہ فرما رہے  
انھوں نے ارشاد کیا خدا کی قسم اگر قیسرے کا نام لیتے تو عثمان کا نام لیتے  
بالجملہ احادیث مرفوعہ و اقوال حضرت مرتضوی و اہل بیت نبوت  
اس بارے میں لاتعداد دلائل تخصی (بے شمار دلائل انتہا) ہیں۔  
کہ بعض کی تفسیر فقیر نے اپنے رسالہ تفضیل میں کی

۱۔ حضرت قدس سرہ العزیز نے مسئلہ تفضیل شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر نوے جز کے قریب ایک کتاب مسطور  
متنی التفضیل لمبحث التفضیل لکھی پھر مطلع القمرین فی ابانۃ سبقتہ العرین میں اس کی تکمیل کی۔ غالباً اس ارشاد  
گرامی میں اشارہ اسی کی طرف ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد خلیل القادری عفی عنہ

اب اہل سنت (کے علمائے ذوی الاحترام) نے ان احادیث و آثار میں  
جو نگاہ غور کو کام فرمایا تو تفضیل شیخین کی  
صدائے نصیحیں (سینکڑوں صراحتیں) علی الاطلاق پائیں  
کہیں جہت و حیثیت کی قید نہ دیکھی کہ  
یہ صرف فلاں حیثیت سے افضل میں  
اور دوسری حیثیت سے دوسروں کو افضلیت (حاصل ہے)  
لہذا انھوں نے عقیدہ کر لیا کہ  
گو فضائل خاصہ و خصائص فاضلہ (مخصوص فضیلتیں اور فضیلت میں خصوصیتیں)  
حضرت مولیٰ (علی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ)  
اور ان کے غیر کو بھی ایسے حاصل  
(اور جملہ ائمہ الہی وہ ان خصوصیات کے متہا حامل)  
جو حضرات شیخین (کریمین جلیلین) نے نہ پائے  
جیسے کہ اس کا عکس بھی صادق ہے  
کہ امیرین و برین کو وہ خصائص غالیہ اور فضائل عالیہ بارگاہ الہی سے مرحمت  
ہوئے کہ ان کے غیر نے اس سے کوئی حصہ نہ پایا  
مگر فضل مطلق کلی (کسی جہت و حیثیت کا لحاظ کیے بغیر فضیلت مطلقہ کلیہ)  
جو کثرت ثواب و زیارت قرب رب الالباب سے عبارت ہے  
وہ انھیں کو عطا ہوا (اوروں کے نصیب میں نہ آیا)  
(یعنی اللہ عزوجل کے یہاں زیادہ عزت و منزلت جسے کثرت ثواب سے بھی تعبیر کرتے  
میں وہ صرف حضرات شیخین نے پایا۔ اس سے مراد اجر و انعام کی کثرت و زیادت نہیں  
کہ بار بار مفضول کے لیے ہوتی ہے۔



حدیث میں مہر اہیان سیدنا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت آیا کہ ان میں سے ہر ایک کے لیے پچاس کا اجر ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ان میں کے پچاس کا یا ہم میں کے۔ فرمایا ”بلکہ تم میں کے“۔ تو اجر ان کا نازل ہوا۔ انعام و معاوضہ محنت انہیں زیادہ ملا مگر افضلیت میں وہ صحابہ کے ہم سر بھی نہیں ہو سکتے۔ زیارت درکنار۔ کہاں امام مہدی کی رفاقت اور کہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیت؟ اس کی نظیر ملا تشبیہ یوں سمجھیے کہ سلطان نے کسی مجرم پر دیر اور بعض دیگر افسروں کو بھیجا۔ اس کی فتح پر ہر افسر کو لاکھ لاکھ روپے انعام دیے اور وزیر کو خالی پروانہ خوشنودی مزاج دیا۔ تو انعام انہیں افسروں کو زیادہ ملا اور اجر و معاوضہ انہوں نے زیادہ پایا مگر کہاں وہ اور کہاں وزیر اعظم کا اعزاز (بہار شریعت)

اور یہ اہل سنت و جماعت کا وہ عقیدہ ثابتہ محکمہ ہے کہ

اس عقیدہ کا خلاف اول تو کسی حدیث صحیح میں ہے ہی نہیں اور اگر بالفرض کہیں ہوئے خلاف پائے بھی تو

سمجھ لے کہ یہ ہماری فہم کا قصور ہے (اور ہماری کوتاہ فہمی)

ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور خود حضرت مولیٰ و اہلبیت کرام

(صاحب البیت اور ملی بمانیہ کے مصداق۔ اسرار خانہ سے مقابلہ واقف تر)

کیوں بلا تقييد (کسی جہت و حیثیت کی قید کے بغیر)

انہیں افضل و خیر امت و مہر دار الدین و آخرین بتاتے

کیا آیت کریمہ (قل تعالوا ابناءنا و ابناءکم) و انفسنا و انفسکم

و حدیث صحیح من کنت مولاه فعلى مولاه

اور خبر شدید الضعف و قوی الجرح (نہایت درجہ ضعیف و قابل شدید جرح و تعدیل)

لحمک لحمی و دماک دمی

(تمہارا گوشت میرا گوشت اور تمہارا خون میرا خون ہے)

بر تقدیر ثبوت (بشرطیکہ ثابت و صحیح مان لی جائے)

و غیر ذلک (احادیث و اخبار) سے انہیں آگاہ ہی نہ تھی۔

(ہوش و حواس، علم و شعور اور فہم و فراست میں بیگانہ روزگار مہوتے ہوئے ان اسرار

درون خانہ سے بیگانہ رہے اور اسی بیگانگی میں عمریں گزار دیں)

یا (انہیں آگاہ ہی اور ان اسرار پر اطلاع) تھی تو وہ (ان واضح الدلائل الفاظ) کا

مطلب نہ سمجھے (اور غیرت و شرم کے باعث اور کسی سے پوچھ نہ سکے)

یا سمجھے (حقیقت حال سے آگاہ ہوئے)

اور اس میں تفضیل شیخین کا خلاف پایا

رنگ غامض سے اور جہور صحابہ کرام کے برخلاف عقیدہ رکھا زبان پر اس کا

خلاف نہ آئے دربارہ حالانکہ یہ ان کی پاک جنابوں میں گستاخی اور ان پر تقييد ملعونہ کی

تہمت تراشی ہے)

تو (اب ہم) کہیں کہ خلاف سمجھ لیں (کے کہہ دیں کہ ان کے دل میں خلاف تھا زبان سے اقرار)

اور تقریحات بتینہ و قاطعہ الدلائل

(روشن صراحتوں قطعی دلائل)

و غیر محتملہ الخلاف کو (جن میں کسی خلاف کا احتمال نہیں کوئی ہیر پھیر نہیں)

کیسے پس پشت ڈال دیں

(لحمک لک لحمی و دماک دمی) کہ حق تبارک و تعالیٰ نے

فقیر حقیر کو یہ ایسا جواب شافی تعلیم فرمایا کہ

منصف، (انصاف پسند ذی ہوش) کے لیے اس میں کفایت



(اور یہ جواب اس کی صحیح رہنمائی و ہدایت کے لیے کافی)

اور متعصب کو (کہ آتش غلو میں سلگتا اور ضد و نفسانیت کی راہ چلتا ہے)

اس میں غیظ بے نہایت (قُلْ مَوَدَّةُ الْبَيْنِ لَكُمْ أَكْثَرُ) آتش غضب میں جلتا مبارک

(ہم مسلمانانِ اہلسنت کے نزدیک، حضرت مولیٰ کی ماننا)

یہی محبت علی مرتضیٰ ہے

اور اس کا بھی (یہی تقاضا) یہی مقفی ہے کہ محبوب کی اطاعت کیجیے

اور اس کے غضب اور انتی کوڑوں کے استحقاق سے بچیں (والعیاذ باللہ)

اللہ! اللہ! وہ امام الصدیقین، اکمل الاولیاء العارفين سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ جس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت کو حفظ جان پر مقدم رکھا

حالانکہ جان کا رکھنا سب زیادہ اہم فرض ہے۔ اگر بوجہ ظلم عدو مکابر وغیرہ نماز پڑھنے میں

معاذ اللہ ہلاک جان کا یقین ہو تو اس وقت شرک نماز کی اجازت ہوگی۔

یہی تعظیم و محبت و جان نثاری و مردانہ واری شمع رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ ہے

جس نے صدیق اکبر کو بعد انبیاء و مرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تمام جان پر فوق

بخشا اور ان کے بعد، تمام عالم، تمام خلق، تمام اولیاء تمام عارفانِ افضل و اکرم

واکمل واعظم کر دیا۔

وہ صدیق جس کی نسبت حدیث میں آیا کہ ”ابو بکر کو کثرتِ صوم و صلوٰۃ کی وجہ سے

تم پر فضیلت نہ ہوئی بلکہ اس سر کے سبب جو اس کے دل میں راسخ و ٹھمکن ہے۔“

وہ صدیق جس کی نسبت ارشاد ہوا ”اگر ابو بکر کا ایمان میری تمام امت کے ایمان

کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابو بکر کا ایمان غالب آئے۔“

وہ صدیق۔ کہ خود ان کے مولائے اکرم و آقائے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

”کسی کا ہمارے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں ہے جس کا ہم نے عوض نہ کر دیا ہو

سوا ابو بکر کے۔ کہ ان کا ہمارے ساتھ وہ حسن سلوک ہے جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ

انہیں روز قیامت دے گا۔“

وہ صدیق جس کی افضلیت مطلقہ پر قرآن کریم کی شہادت ناطقہ ہے کہ فرمایا

إِنَّا أَكْرَمُكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَاكُمْ

تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے حضور وہ ہے جو تم سب میں اتقاء ہے

اور دوسری آیت کریمہ میں صاف فرمادیا وَ سَيُجَنَّبُهَا (الْوَلِيُّ)

قریب ہے کہ جہنم سے بچایا جائے گا وہ اتقی

بشہادت آیت اولیٰ، ان آیات کریمہ سے وہی مراد ہے جو افضل و اکرم امت

مرحومہ سے اور وہ نہیں مگر اہل سنت کے نزدیک صدیق اکبر۔

اور تفصیل و روافض کے یہاں امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مگر اللہ عزوجل کے لیے حمد کہ اس نے کسی کی تلبیس و تدلیس اور حق و باطل میں

آئینہ و آئینہ کو جگہ نہ چھوڑی۔ آیت کریمہ نے ایسے وصف خاص سے اتقی کی تعین فرمادی

جو صدیق اکبر کے سوا کسی پر صادق آہی نہیں سکتا۔

فرماتا ہے وَمَا لِي صَدِّقٌ عِنْدَكَ مِنْ نِعْمَةٍ يُجْزَى

اس سے کہ کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔

اور دنیا جانتی مانتی ہے کہ وہ صرف صدیق اکبر ہی ہیں جن کی طرف سے ہمیشہ بندگی

و غلامی و خدمت و نیاز مندی اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، براہِ بندہ نوازی

قبول و پزیرائی کا برتاؤ رہا یہاں تک کہ خود ارشاد فرمادیا کہ بے شک تمام آدمیوں میں نبی جان

مال سے کسی نے ایسا سلوک نہ کیا جیسا ابو بکر نے کیا۔

جب کہ مولیٰ علی نے حضور مولائے کل، سید المرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے کنار اقدس

میں پرورش پائی، حضور کی گود میں ہوش سنبھالا اور جو کچھ پایا بظاہر حالات یہیں سے پایا۔



تو آئیہ کریمہ میں وما لاحد عندنا من نعمة تجزي مني مني  
قطعا مراد نہیں ہو سکتے۔ بلکہ بالیقین صدیق اکبر ہی مقصود ہیں اور اسی پر اجماع  
مفسرین موجود۔

وہ صدیق جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فضیلت حج کے بعد پہلے ہی سال میں  
امیر الحجاج مقرر فرمایا اور انہیں کو اپنے سامنے اپنے مرض الموت شریف میں اپنی جگہ امام  
مقرر فرمایا حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے  
بعد جب ہم نے غور کیا (تو اس نتیجہ پر پہنچے) کہ نماز تو اسلام کا رکن ہے اور اسی پر دین  
کا قیام ہے اس لیے ہم نے امور خلافت کی انجام دہی کے لیے بھی اسی پر رضامندی  
ظاہر کر دی۔ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تھا۔  
اور اسی لیے ہم نے ابوبکر کی بیعت کر لی۔

اور فاروق اعظم تو فاروق اعظم ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
وہ فاروق جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی کہ:-  
اللّٰهُمَّ اَعِزِّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ خَطَّابٍ خَاصَّةً  
”وہ الہی اسلام کی خاص عمر بن خطاب کے اسلام سے عزیز بن بڑھا۔“

اس دعائے کریم کے باعث عمر فاروق اعظم کے ذریعہ سے جو جو عزتیں اسلام کو  
ملیں جو جو بلائیں اسلام و مسلمین پر سے دفع ہوئیں۔ مخالف موافق سب پر روشن و بین  
ولہذا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مَا دَلَّنَا اَعِزَّةً مِّنْذَ اَسْلَمَ  
عمر۔ ہم ہمیشہ معزز رہے جب سے عمر اسلام لائے (بخاری)

وہ فاروق جن کے حق میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ  
”اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا (رضی اللہ عنہ)

یعنی آپ کی فطرت اتنی کاملہ تھی کہ اگر دروازہ نبوت بند نہ ہوتا تو محض فضل الہی سے

وہ نبی ہو سکتے تھے کہ اپنی ذات کے اعتبار سے نبوت کا کوئی مستحق نہیں)

وہ فاروق جن کے بارے میں ارشاد محبوب رب العالمین موجود کہ

”عمر کہیں ہوا حق اس کی رفاقت میں رہے گا۔“

وہ فاروق جن کے لیے صحابہ کرام کا اجماع کہ

”عمر علم کے نو حصے لے گئے“ جبکہ ابوبکر صدیق، صحابہ میں سب سے زیادہ

علم والے تھے۔

وہ فاروق جن کے جس راہ سے وہ گزر جائیں شیاطین کے دل دہل جائیں۔

وہ فاروق جن کے جب وہ اسلام لائے طاعن اعلیٰ کے فرشتوں نے حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی بارگاہ میں تہنیت و مبارکبادیوں کی ڈالیاں نذرانے میں پیش کیں۔

وہ فاروق جن کے ان کے روز اسلام سے، اسلام ہمیشہ عزیز بن اور سر بلندیاں ہی پاتا

گیا۔ ان کا اسلام فتح تھا، ان کی ہجرت نصرت اور ان کی خلافت رحمت

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اور جب ثابت ہو گیا کہ قرب الہی (معرفت و کثرت ثواب میں)

شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مرتبت و تفوق (زیادت و فوقیت) ہے

تو ولایت (خاصہ جو ایک قرب خاص ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے برگزیدہ بندوں کو

محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرماتا ہے یہ)

بھی انہیں کی اعلیٰ ہوئی (اور ولایت شیخین، جملہ اکابر اولیاء کی ولایت بال)

(ہاں) مگر ایک درجہ قرب الہی جل جلالہ و رزقت اللہ کا

(ضروری الحاظ اور خصوصاً حضرات علماء و فضلاء امت کی توجہ کا مستحق ہے اور

وہ یہ ہے کہ مرتبہ تکمیل پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جانب کمالات نبوت، حضرات

شیخین کو قائم فرمایا اور جانب کمالات ولایت حضرت مولیٰ علی مشکل کشا کو توجہ



اولیائے مابعد نے، مولیٰ علی ہی کے گھر سے نعمت پائی انھیں کے دست نگر تھے انھیں کے دست نگر میں اور انھیں کے دست نگر رہیں گے)

پر ظاہر ہے کہ سیر الی اللہ میں تو سب اولیاء برابر ہوتے ہیں اور وہاں  
لَوْ تَفَرَّقَ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ دُسْئِلِهِ

(ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے)

کی طرح لَوْ تَفَرَّقَ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ أَذْلِيَّتِ آيِهِ  
(ہم اس کے دوستوں میں کوئی تفریق نہیں کرتے)

کہا جاتا ہے

(یعنی تمام اولیاء اللہ، اصل طریق ولایت یعنی سیر الی اللہ میں برابر ہوتے ہیں اور ایک دوسرے پر سبقت و فضیلت کا قول باعتبار سیر فی اللہ کیا جاتا ہے کہ جب سالک عالم لاہوت پر پہنچا۔ سیر و سلوک تمام ہوا یعنی سیر الی اللہ سے فراغت کے بعد سیر فی اللہ شروع ہوتی ہے اور اس کی نہایت وجہ نہیں)

جب (عالم لاہوت پر پہنچ کر) ماسوائے الہی آنکھوں سے گر گیا۔

اور مرتبہ فنا تک پہنچ کر آگے قدم بڑھا تو وہ سیر فی اللہ ہے

اس کے لیے انتہا نہیں

اور یہیں تفاوت قرب (بارگاہ الہی میں عزت و منزلت اور کثرت ثواب میں فرق) علوہ گر ہوتا ہے۔

جس کی سیر فی اللہ زائد۔ وہی خدا سے زیادہ نزدیک

چہرے بڑھتے چلے جاتے ہیں

(اور جذب الہی انھیں اپنی جانب کھینچتا رہتا ہے ان کی یہ سیر کبھی ختم نہیں ہوتی)

اور بعض کو دعوتِ خلق (درہمائی مخلوق الہی) کے لیے

منزل ناموساتی عطا فرماتے ہیں

(جسے عالم شہادت، وعالم خلق وعالم جسمانی وغیرہ بھی کہتے ہیں اور اس منزل میں تعلق مع اللہ کے ساتھ، ان میں خلعتی سے علاقہ پیدا کر دیا جاتا ہے اور وہ خلقِ خدا کی ہدایت کی طرف بھی متوجہ رہتے ہیں۔)

ان سے طریقہ، خرقہ و بیعت کا رواج پاتا ہے اور

سلسلہ طریقت جنبش میں آتا ہے

مگر یہ معنی اسے مستلزم نہیں (اور اس سے یہ لازم نہیں آتا)

ان کی سیر فی اللہ انگوں سے بڑھ جائے

اور یہ دعوتِ خلق و درہمائی مخلوق کے باعث، بارگاہ الہی میں، ان سے سوا

عزت و منزلت اور ثواب میں کثرت پا جائیں

ہاں یہ ایک فضلِ خدا کا نہ ہے کہ

انھیں ملا اور دوسروں کو عطا نہ ہوا

تو یہ کیا ہے اور اسی کی تخصیص کیسی؟

اس کے سوا صد ماضی حضرت مولیٰ کو ایسے

کہ شیخین کو نہ ملے

مگر (بارگاہ الہی میں) قرب و رفعت درجات میں

انھیں کو افزونی رہی (انھیں کو منزلت ملی اور انھیں کے قدم پیش پیش رہے)

ورنہ کیا وجہ ہے کہ ارشادات مذکورہ بالا میں

انھیں، ان سے افضل و بہتر کہا جاتا ہے

(اور وہ بھی علی الاطلاق، کسی جہت و حیثیت کی قید کے بغیر)

اور ان کی (یعنی حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسٹی)



کی افضلیت (اور ان کی ان حضرات پر تفضیل)  
کا بہ تاکید اکیس (مؤکدہ در مؤکدہ)  
انکار کیا جاتا ہے

حالانکہ ادنیٰ ولی، اعلیٰ ولی سے افضل نہیں ہو سکتا ہے  
آخر دیکھیے حضرت امیر (مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم)  
کے خلفائے کرام میں حضرت سبط اصغر (سیدنا امام حسین)  
وجاہ خواجہ حسن بصری کو تشریف ناسوتی ملا

اور حضرت سبط اکبر (سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کوئی سلسلہ جاری نہ ہوا  
حالانکہ قرب ولایت امام مجتبیٰ (سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ)  
ولایت و قرب خواجہ (حسن بصری) سے بالیقین اتم و اعلیٰ (برتر و بالا)  
اور ظاہر احادیث سے سبط اصغر شہزادہ گلگوں قبا  
(شہید کرب و بلا)  
پر بھی ان کا فضل ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

## عقیدہ سابعہ

### مشاجرات صحابہ کرام

حضرت مرتضوی (امیر المؤمنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
جنہوں نے مشاجرات و منازعات کیے

(اور اس حق مآب صاحب الرائے کی رائے سے مختلف ہوئے اور ان اختلافات  
کے باعث، ان میں جو واقعات رونما ہوئے کہ ایک دوسرے کے درمقابل آئے مثلاً  
جنگ جمل میں حضرت طلحہ و زبیر و صدیقہ عائشہ اور جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ  
مقابلہ مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

بہ نسبت ان میں حق، جانب جناب مولیٰ (مانتے)

اور ان سب کو (مرد و لغزش) بر غلط و خطا

اور حضرت اسد اللہ کو بدرجہا

ان سے اکمل و اعلیٰ جانتے ہیں

مگر بایں ہمہ لمجاظ احادیث مذکورہ

و کہ ان حضرات کے مناقب و فضائل میں مروی ہیں)

زبان طعن و تشنیع، ان دوسروں کے حق میں نہیں کھولتے

اور انہیں ان کے مراتب پر

جوان کے لیے شرع میں ثابت ہوئے رکھتے ہیں۔

کسی کو کسی پر اپنی ہوائے نفس سے فضیلت نہیں دیتے۔

اور ان کے مشاجرات میں دخل اندازی کو حرام جانتے ہیں

اور ان کے اختلافات کو، ابوحنیفہ و شافعی جیسا اختلاف سمجھتے ہیں۔

تو ہم اہلسنت کے نزدیک ان میں سے کسی کوئی صحابی پر بھی طعن جائز نہیں

چہ جائیکہ اُمّ المؤمنین صدیقہ (عائشہ طیبہ طاہرہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کی جناب رفیع (اور بارگاہِ وقیع) میں طعن کریں

حاش! یہ اللہ و رسول کی جناب میں گستاخی ہے

اللہ تعالیٰ ان کی تطہیر و برکت

(پاکدامنی و عفت اور منافقین کی بہتان تراشی سے براءت)

میں آیات نازل فرمائے

اور ان پر تہمت دھرنے والوں کو وعیدیں عذاب الیم کی سنائے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اپنی سب ازواج مطہرات میں زیادہ چاہیں

جہاں منہ رکھ کر عائشہ صدیقہ پانی پئیں

حضور اسی جگہ اپنا لب اقدس رکھ کر

دین سے پانی پئیں

یوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب ازواج (مطہرات، طہبات، طاہرات)

دنیا و آخرت میں حضور ہی کی بیبیاں ہیں

مگر عائشہ سے محبت کا یہ عالم ہے کہ ان کے حق میں ارشاد ہوا کہ

یہ حضور کی بی بی ہیں دنیا و آخرت میں

حضرت خیر النساء یعنی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم ہوا ہے کہ

فاطمہ تو مجھ سے محبت رکھتی ہے تو عائشہ سے بھی محبت رکھ

کہ میں اسے چاہتا ہوں

(چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ سے فرمایا

اُمّی بُنَیْتِہِ ! اَلَسْتُ بِحُبِّیْنِ مَا اُحِبُّ ؟

فَقَالَتْ بَلٰی . فَقَالَ اَحِبِّیْ هٰذَا ؟

پیارا بیٹی جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی؟

عرض کیا، بالکل ہی درست ہے (جسے آپ چاہیں میں ضرور اسے چاہوں گی)

فرمایا۔ تب تو بھی عائشہ سے محبت رکھا کر۔

سوال ہوا رب آدمیوں میں حضور کو محبوب کون ہیں؟

جواب عطا ہوا ”عائشہ“

وَعَائِشَةُ صَدِیقَةُ بِنْتِ النَّصَدِیقِ، اُمُّ الْمُؤْمِنِیْنَ

جس کا محبوب رب العالمین ہونا، آفتاب نیم روز سے روشن تر

وہ صدیقہ، جن کی تصویر ہمیشتی حریر میں

روح القدس، خدمت اقدس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر لائیں

وہ اُمّ المؤمنین کہ جبرئیل امین بآں فضل مبین، انھیں سلام کریں

اور ان کے کاشانہ عزت و طہارت میں بے اذن لیے حاضر نہ ہو سکیں

نوٹ:- بریلی شریف سے شائع ہونے والے رسالہ میں مذکور کہ یہاں اصل میں بہت

بیاض ہے۔ درمیان میں کچھ نا تمام سطریں ہیں مناسبت مقام سے جو کچھ فہم قاصر میں آیا

بنادیا ۱۲۔ اس فقرے نے ان اضافوں کو، اصل عبارت سے ملا کر قوسین میں محدود کر دیا

ہے تاکہ اصل دافعا میں امتیاز رہے اور ناظرین کو اس کا مطالعہ سہل ہو۔ اس میں غلطی ہو

توفیق کی جانب منسوب کیا جائے محمد خلیل عفی عنہ



وہ صدیقہ کہ اللہ عزوجل وحی نہ بھیجے، ان کے سوا کسی کے لحاف میں  
وہ ام المومنین کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی سفر میں،  
بے ان کے تشریف لے جائیں ان کی یاد میں ”واعروسا“ فرمائیں  
وہ صدیقہ کہ یوسف صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام،  
کی براءت دیا کہ امنی کی شہادت، اہل زلیخا سے ایک بچہ ادا کرے  
بتول مریم کی تطہیر و عفت مآبی، روح اللہ کلمۃ اللہ فرمائیں  
مگر ان کی براءت پاک طینتی، پاک دامانی و طہارت،  
کی گواہی میں قرآن کریم کی آیات کریمہ نزول فرمائیں  
وہ ام المومنین کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم  
ان کے پانی پینے میں دیکھتے رہیں کہ کوزے میں،  
کس جگہ لب مبارک رکھ کر پانی پیایے۔  
حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لب مبارک و خدا پسند  
دہیں رکھ کر پانی نوش فرمائیں

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَعَلَيْهَا وَعَلَى آيَاتِهَا وَبَارِكُ دَعْوَاهُ

آدی اپنے دل پر ماتھ رکھ کر دیکھے اگر کوئی اس کی ماں کی توہین کرے اس پر  
بہتان اٹھائے یا اسے برا بھلا کہے تو اس کا کیسا دشمن ہو جائے گا اس کی صورت دیکھ کر  
آنکھوں میں خون اتر آئے گا اور مسلمانوں کی مائیں یوں بے قدر ہوں کہ کلمہ پڑھ کر ان پر  
طعن کریں تہمت دھریں اور مسلمان کے مسلمان بنے رہیں۔

(دلائل و لا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم)

اور زبیر و طلحہ ان سے بھی افضل

کہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔

وہ (یعنی زبیر بن العوام) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھوپھی زاد بھائی  
اور خواری (جاں باز، معاون و مددگار)

اور یہ (یعنی طلحہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کے لیے  
سپر۔ دقت جان شاری (جیسے ایک جاں نثار نڈر سپاہی و مسرفروش محافظ)  
رہے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو

ان کا درجہ ان سب کے بعد ہے  
اور حضرت مولیٰ علی (مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی)

کے مقام رفیع (مراتب بلند و بالا)  
و شان رفیع (عظمت و منزلت محکم و اعلا)

تک تو ان سے وہ دور و راز منزلیں ہیں

جن میں ہزاروں ہزار، ہزار ہزار برق کردار

(ایسے کشادہ و فراخ قدم گھوڑے، جیسے بجلی کا کوندا)

صبارتار (جواب بات کرنے والے تیز رو، تیز گام)

تک رہیں اور قطع (مسافت) نہ کر سکیں۔

مگر فضل صحبت (دشرف صحابیت و فضل و شرف سعادت اور خدائی دین ہے۔

جس سے مسلمان آنکھ بند نہیں کر سکتے تو ان پر لعن طعن یا ان کی توہین تنقیص کیسے گوارا  
رکھیں اور کیسے سمجھ لیں کہ مولیٰ علی کے مقابلے میں انھوں نے جو کچھ کیا بر بنائے نفسانیت  
مقاہ صاحب ایمان مسلمان کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی۔

ہاں ایک بات کہتے ہیں اور ایمان لگی کہتے ہیں کہ

ہم تو بحمد اللہ، سرکار اہلبیت (کرام)

کے غلامان خانہ زاد ہیں (اور مورد فی خدمت گزار خدمت گزار)



ہمیں (امیر) معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کیا رشتہ  
کہ خدا نخواستہ، ان کی حمایت بے جا کریں  
مگر ہاں اپنی سرکار کی طرفداری

(اور امر حق میں ان کی حمایت و پاسداری)  
اور ان (حضرت امیر معاویہ) کا (خصوصاً)  
الزام بدگوشتیاں (اور دریدہ دہنوں، بربازوں کی تہمتوں)  
سے بری رکھنا منظور ہے۔

کہ ہمارے شہزادہ اکبر حضرت مہبط (اکبر حسن) مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
نے حسب بشارت اپنے جد امجد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے  
بعد اختتام مدت (خلافت راشدہ کہ منہاج نبوت پر تیس سال رہی اہل سیدنا  
امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھ ماہ مدت خلافت پر ختم ہوئی)  
عین معرکہ جنگ میں (ایک فوج حرار کی ہمراہی کے باوجود)  
بہتیار رکھ دیے (بالعقد والا اختیار)

اور ملک (اور امور مسلمین کا انتظام و انصرام)  
امیر معاویہ کو سپرد کر دیا (اور ان کے ہاتھ پر بیعت اطاعت فرمائی)

اگر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ العیاذ باللہ  
کا فریا فاسق فاجر یا ظالم جائز تھے

یا غاصب جائز تھے (ظلم و جور و جبر پر کمر بستہ)  
تو الزام امام حسن پر آتا ہے

کہ انھوں نے کاروبار مسلمین و انتظام شرع و دین  
باختیار خود (بلا جبر و کراہ بلا ضرورت شرعیہ، باوجود مقدرت)

ایسے شخص کو تفویض فرما دیا (اور اس کی تحویل میں دے دیا)  
اور خیر خواہی اسلام کو محاذ اللہ کام نہ فرمایا (اس سے ہاتھ اٹھالیا)  
اگر مدت خلافت ختم ہو چکی تھی

اور آپ (خود) بادشاہت منظور نہیں فرماتے (رہتے)  
تو صحابہ حجاز میں کوئی اور

قابلیت نظم و نسق دین نہ رکھتا تھا  
جو انھیں کو اختیار کیا (اور انھیں کے ہاتھ پر بیعت اطاعت کر لی)  
حاشا للہ

بلکہ یہ بات، خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے  
کہ حضور نے اپنی پیش گوئی میں

ان کے اس فعل کو پسند فرمایا اور ان کی سیادت کا نتیجہ ٹھہرایا  
کہانی صحیح البخاری

صادق و مصدق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرمایا:

”اِنَّ ابْنِيْ هَذَا سَيِّدٌ“

”لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ط  
(میرا یہ بیٹا سید ہے، سیادت کا علمبردار)

میں امید کرتا ہوں کہ اللہ عز و جل اس کے باعث  
دو بڑے گروہ اسلام میں صلح کرادے۔“

آیہ کریمہ کا ارشاد ہے وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِّنْ غِلٍّ  
اور ہم نے ان کے سینوں میں سے کینے کھینچ لیے۔



”جو دنیا میں ان کے درمیان تھے اور طبعیوں میں جو کدورت و کشیدگی تھی اسے رفق و الفت سے بدل دیا اور ان میں آپس میں نہ باقی رہی مگر مودت و محبت“

اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ آپ نے فرمایا کہ ”ان شاء اللہ تعالیٰ میں اور عثمان، اور طلحہ و زبیر ان میں سے ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ تَزَعْنَا اَلْوَيْه“ حضرت مولیٰ کے اس ارشاد کے بعد بھی، ان پر الزام دینا عقل و خرد سے جنگ ہے مولیٰ علی سے جنگ ہے اور خدا و رسول سے جنگ ہے۔ والعیاذ باللہ جب کہ تاریخ کے اوراق، شاہدِ عادل ہیں کہ حضرت زبیر کو جو نہی اپنی غلطی کا احساس ہوا انھوں نے فوراً جنگ سے کنارہ کشی کر لی۔

اور حضرت طلحہ کے متعلق بھی روایات میں آتا ہے کہ انھوں نے اپنے ایک مددگار کے ذریعے حضرت مولیٰ علی سے بیعت اطاعت کر لی تھی۔

اور تاریخ سے ان واقعات کو کون پھیل سکتا ہے کہ جنگ جمل ختم ہونے کے بعد حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ نے حضرت عائشہ کے برادرِ معظم محمد بن ابی بکر کو حکم دیا کہ وہ جائیں اور دیکھیں کہ حضرت عائشہ کو خدا نخواستہ کوئی زخم وغیرہ تو نہیں پہنچا۔

بلکہ عجلت تمام خود بھی تشریف لے گئے اور پوچھا ”آپ کا مزاج کیسا ہے؟“

انھوں نے جواب دیا۔ ”الحمد للہ اچھی ہوں“

مولیٰ علی نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ آپ کی بخشش فرمائے“

حضرت صدیقہ نے جواب دیا ”اور تمھاری بھی“

پھر مقتولین کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر، حضرت مولیٰ نے حضرت صدیقہ کی

واپسی کا انتظام کیا اور پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ محمد بن ابی بکر کی نگرانی میں، چالیس معزز عورتوں کے جھرمٹ میں ان کو جانبِ حجاز خصت کیا خود حضرت علیؓ کے ساتھ شایعت کی، ہمراہ سبے۔

امام حسن میلوں تک ساتھ گئے۔

چلتے وقت حضرت صدیقہ نے، مجمع میں اقرار فرمایا کہ:-

”مجھ کو علی سے نہ کسی قسم کی کدورت پہلے تھی اور نہ اب ہے ہاں ماس داما (یاد یور مجاہد ج) میں کبھی کبھی جو بات ہو جایا کرتی ہے اس سے مجھے انکار نہیں“ حضرت علی نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:-

”لوگو! حضرت عائشہ سچ کہہ رہی ہیں خدا کی قسم مجھ میں اور ان میں، اس سے زیادہ اختلاف نہیں ہے، بہر حال خواہ کچھ ہو یہ دنیا و آخرت میں تمھارے نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کی زوجین (اور اُمّ المؤمنین)

اللہ اللہ! ان یارانِ پیکرِ صدق و صفائیں

باجی یہ رفق و مودت اور عزت و اکرام اور ایک دوسرے کے ساتھ یہ معاملہ تقسیم و احترام اور ان عقل سے بیگانوں اور نادان دوستوں کی حمایت علی کا یہ عالم کہ ان پر اس طعن کو اپنا مذہب اور اپنا شعار بنائیں اور ان سے کدورت و دشمنی کو مولیٰ علی سے محبت و عقیدت ٹھہرائیں۔

وَلَوْ حَوْلَ دَلَّ ثُبُوتًا اِنَّ بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

مسلمانانِ اہلسنت اپنا ایمان تازہ کر لیں اور سن رکھیں کہ

اگر صحابہ کرام کے دلوں میں کھوٹ، نیتوں میں فتور اور معاملات میں فتنہ و

فساد، موقوف

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ کے کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے۔

صحابہ کرام کے عند اللہ مرضی و پسندیدہ ہونے کے معنی یہی تو ہیں کہ وہ مولائے کریم ان کے ظاہر و باطن سے راضی ان کی نیتوں اور مافی الضمیر سے خوش ہے اور ان کے اخلاق و اعمال بارگاہ و عزت میں پسندیدہ ہیں۔

اسی لیے ارشاد فرمایا ہے کہ :-

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْحَقُّ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ  
”یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا ہے اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی ہے۔“

اب جو کوئی اس کے خلاف کہے اپنا ایمان خراب کرے اور اپنی عاقبت برباد۔ والعیاذ باللہ۔

## عقیدہ ثامنہ

### امامت صدیق اکبر

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت مطلقہ کو امامت کبریٰ اور اس منصب عظیم پر فائز ہونے والے کو امام کہتے ہیں۔

امام المسلمین، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت سے، مسلمانوں کے تمام امور دینی و دنیوی میں حسب شرع، تصرف عام کا اختیار رکھتا ہے اور غیر معصیت میں اس کی اطاعت تمام جہان کے مسلمانوں پر فرض ہوتی ہے۔  
اس امام کے لیے مسلمان آزاد، عاقل، بالغ، قادر، قرشی ہونا شرط ہے۔  
باشعری علوی اور محصور ہونا اس کی شرط نہیں۔

ان کا شرط کرنا، رد افضل کا مذہب ہے جس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ برحق امراء المؤمنین، خلفائے ثلاثہ، ابو بکر صدیق، عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خلافت رسول سے جدا کر دیں۔

حالانکہ ان کی خلافتوں پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔  
مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم و حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کی خلافتیں تسلیم کیں۔

اور علویت کی شرط نے تو مولیٰ علی کو بھی خلیفہ ہونے سے خارج کر دیا۔  
مولیٰ علی کیسے علوی ہو سکتے ہیں۔



رہی عصمتِ توہم انبیاء و ملوک کا خاصہ ہے امام کا معصوم ہونا و افضل کا مذہب ہے  
(بہارِ شریعت)

ہم مسلمانانِ اہلسنت و جماعت کے نزدیک  
رمول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (خلافت و)  
امامت صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)  
بالقطع العقیق (قطعاً، یقیناً، تحقیقاً)  
حقہ راشدہ ہے (ثابت و درست، رشد و ہدایت پر مبنی)  
نہ غاصبہ جائزہ (کہ غصب یا جور و جبر سے حاصل کی گئی)  
رحمت و رافت (مہربانی و شفقت)  
حسن سیادت (بہتر و لائق تر امامت)  
ولماظ مصلحت (تمام مصلحتوں سے ملحوظ)  
وحامیت ملت (شریعت کی حمایتوں سے معمور)  
و پناہ امت سے مزین (آراستہ و پیراستہ)  
اور عدل و داد (انصاف و برابری)  
و صدق و سداد (راستی و درستی)  
و رشد و ارشاد (راست روی و حق نمائی)  
و قطع فساد و قمع اہل ارتداد (مرتدین کی بیخ کنی)  
سے محلی (سنواری ہوئی)  
اول تو تلویحات و تصریحات (رودشن و صریح ارشادات)  
سید الکائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوات و التیمات  
اس بارے میں بہ کثرت وارد

دوسرے، خلافت اس جنابِ تقویٰ مآب کی  
با جماع صحابہ واقع ہوئی۔

(اور آپ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تختِ خلافت پر جلوں فرمانا  
فرامین و احکام جاری کرنا، ممالک اسلامیہ کا نظم و نسق سنبھالنا  
اور تمام امور مملکت و رزم و بزم کی باگیں اپنے دستِ حق پرست میں لینا، وہ  
تاریخی واقعہ، مشہور و متواتر، اظہر من الشمس ہے۔  
جس سے دنیا میں، موافق مخالف  
حتیٰ کہ نصاریٰ و یہود و مجوس و ہنود  
کسی کو انکار نہیں۔

اور ان میدانِ خدا و نوابانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابداً ابد سے "شیدانِ  
سلی" کو زیادہ عداوت کا مبنی یہی ہے کہ ان کے زعمِ باطل میں استحقاقِ خلافت حضرت  
مولیٰ کریم اللہ تعالیٰ وجہہ الاستی میں منحصر تھا۔  
جب حکیم الہی خلافت راشدہ، اول ان تین سردارانِ مومنین کو پہنچی روافض نے  
انہیں معاذ اللہ مولیٰ علی کا حق چھیننے والا اور ان کی خلافت و امامت کو غاصبہ  
جائزہ ٹھہرایا۔

انتہا ہی نہیں بلکہ تقیہ شقیہ کی تہمت کی بدولت  
حضرت اسد اللہ غالب کو عیاذاً باللہ  
سخت نامرد و بزدل و تارک حق و مطیع باطل ٹھہرایا۔ ع  
دستی بے خداں و دشمنی ست  
(الغرض آپ کی امامت و خلافت پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے)  
اور باطل پر اجماع امت

خصوصاً اصحاب حضرت رسالت علیہ وسلم الصلوٰۃ والسلام  
کا ممکن نہیں

اور مان لیا جائے تو غضب و ظلم پر اتفاق سے عیاذ باللہ سب فساد ہوئے  
اور یہی لوگ حاملان قرآن مبین و راویان دین متین ہیں  
جو احمقین فاسق بتائے اپنے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک  
دوسرا سلسلہ پیدا کرے یا ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔  
اسی طرح، ان کے بعد خلافت فاروق پھر امامت ذی النورین، پھر  
جلوہ فرمائی ابو الحسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

## عقیدہ ناسعہ

### ضروریات دین

نصوص قرآنیہ (اپنی مراد پر واضح آیات فرقانیہ)  
واعادیت مشہورہ متواترہ (مشہرت اور تواتر سے مواترہ)  
واجب امت مرحومہ مبارکہ

(کہ بقصر شریعت کے اساسی ستون ہیں اور شبہات و تاویلات سے پاک  
ان میں سے ہر دلیل، قطعی یقینی واجب الاذعان اور ثبوت، ان  
سے جو کچھ درجہ الوہیت (ذات و صفات باری تعالیٰ)  
رسالت (نبوت انبیاء و مرسلین، وحی رب العالمین)  
(و کتب سماوی، و ملک و جن و جبروت و حشر و نشر و قیام قیامت، قضا و قدر)  
و مکان و مائکون (جملہ ضروریات دین)  
ثابت و امدان و دلائل قطعیہ سے مدلل، ان براہین واضحہ سے مبرہن)  
سب حق ہے اور ہم سب پر ایمان لائے  
جنت اور اس کے جالغزا احوال

(کہ لامین رأت و لا اذن و سمعت و لا خطر یبال احدہ) وہ عظیم نعمتیں وہ عظیم عظمتیں  
اور جان و دل کو مرغوب و مطلوب وہ لذتیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا،  
سورۃ کسی کے دل پر ان کا خطرہ گذرا



دورخ اور اس کے جاں گزاحالات

(کہ وہ ہر تکلیف و اذیت جو ادراک کی جلتے اور تصور میں لائی جائے، ایک دنی  
حصہ ہے اس کے بے انتہا عذاب کا، و انبیاء باللہ)

قبر کے نعیم و عذاب

(کہ وہ جنت کی کیاریوں میں ایک کیاری ہے یا جہنم کے گڑھوں میں ایک گڑھا)

منکر و نکیر سے سوال و جواب

روز قیامت حساب و کتاب

و وزن اعمال (جس کی حقیقت اللہ جانے اور اس کا رسول)

و کوثر (کہ میدانِ حشر کا ایک حوض ہے اور جنت کا خلیل و عریض چشمہ)

و صراط (بال سے زیادہ باریک، تلوار سے زیادہ تیز، پشت جہنم پر ایک پل)

و شفاعۃ عصاف اہل کبار

(یعنی گناہگار ان امت مرحومہ کہ کبیرہ گناہوں میں متوث رہے ان کیلئے سوالِ بخشش)

اور اس کے سبب اہل کبار کی نجات

الی غیر ذلک من الواردات

سب حق (ہے اور سب ضروری القبول)

جبر و قدر باطل (ہے آپ کو مجبور محض یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی)

و لکن امر بیکر آمورین

(اختیار مطلق اور جبر محض کے بین بن رہا سلامتی اور اس میں زیادہ غور و فکر مہیب

ہلاکت، صدیق و فاریق رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرماتے

کئے، ما و شائس گنتی میر،

حیات ہماری عقل میں نہیں آتی۔

(اس میں خواہ مخواہ نہیں الجھتے اور اپنی اندھی اور اندھی عقل کے گھوڑے نہیں  
دوڑاتے بلکہ)

اس کو موکول بجزا کرتے

(اللہ عزوجل کو سوچتے کہ واللہ اعلم بالصواب)

اور اپنا نصیب امتثالہ کل من عینہ ریتا

(بناتے ہیں کہ سب کچھ حق کی جانب سے ہے سب حق ہے اور سب پر ہمارا

ایمان ہے)

مصطفیٰ اندمیاں آنکہ کہ می گوید بعقل

آفتاب اندر جہاں آنکہ کہ می جوید سہا

قال القاسم

مرزا جا کے مرغ عقل بٹکے گرا، غش آگیا

اور انھی منزلوں پر ہے، پہلا ہی آستان ہے

یاد رکھنا چاہیے کہ

وہی الہی کا نزول، کتب آسمانی کی تنزیل، جن و ملئکہ، قیامت و بعث، حشر و

نشر حساب و کتاب، ثواب و عذاب اور جنت و دورخ کے وہی معنی ہیں جو مسلمانوں

میں مشہور ہیں اور جن پر صدر اسلام سے اب تک چودہ سو سال کے کافہ مسلمین و

مومنین دوسرے ضروریات دین کی طرح ایمان رکھتے چلے آ رہے ہیں مسلمانوں

میں مشہور ہیں۔

جو شخص ان چیزوں کو تو حق کہے اور ان لفظوں کا تو اقرار کرے مگر ان کے بے

معنی گھوڑے، ثنائیوں کہے کہ جنت و دورخ و حشر و نشر و ثواب و عذاب سے ایسے معنی



مراد ہیں جو ان کے ظاہر الفاظ سے سمجھ میں نہیں آتے یعنی ثواب کے معنی اپنے حسنات کو دیکھ کر خوش ہونا اور عذاب، اپنے بُرے اعمال کو دیکھ کر غمگین ہونا ہیں۔ یا یہ کہ وہ روحانی لذتیں اور باطنی معنی میں وہ یقیناً کافر ہے کیونکہ ان امور پر قرآن پاک اور حدیث شریف میں کھلے ہوئے روشن ارشادات موجود ہیں یونہی یہ کہنا بھی یقیناً کفر ہے کہ بخیر دین نے اپنی اپنی امتوں کے سامنے جو کلام، کلام الہی بتا کر پیش کیا وہ ہرگز کلام الہی نہ تھا بلکہ وہ سب انھیں پیغمبر کے دل کے خیالات تھے جو فوارے کے پانی کی طرح انھیں کے قلوب کے جوش مار کر نکلے اور پھر انھیں کے دلوں پر نازل ہو گئے۔

یوہی یہ کہنا کہ نہ دوزخ میں سانپ بچھو اور زنجیریں ہیں اور نہ وہ عذاب جن کا ذکر مسلمانوں میں رائج ہے نہ دوزخ کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے جو کلفت روح کو ہوئی تھی بس اسی روحانی اذیت کا اعلیٰ درجہ پڑھوس ہونا اسی کا نام دوزخ اور جہنم ہیں یہ سب کفر قطعی ہے۔

یوہی یہ سمجھنا کہ نہ جنت میں سوئے میں نہ باغ نہ محل ہیں، نہ نہریں ہیں، نہ جہنم ہیں، نہ غلمان ہیں نہ جنت کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی جو راحت روح کو ہوئی تھی بس اسی روحانی راحت کا اعلیٰ درجہ پورا حاصل ہونا اسی کا نام جنت ہے یہ بھی قطعاً یقیناً کفر ہے۔

یوہی یہ کہنا کہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں جن فرشتوں کا ذکر فرمایا ہے نہ ان کا کوئی اصل وجود ہے نہ ان کا موجود ہونا ممکن ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہر مخلوق میں جو مختلف قسم کی قوتیں رکھی ہیں جیسے پہاڑوں کی سمیٹی، پانی کی روانی، نباتات کی فرونی، بس انھیں قوتوں کا نام فرشتہ ہے انسان میں جو نیکی کرنے کی قوتیں ہیں بس وہی اس کے فرشتے ہیں یہ بھی بالقطع والیقین کفر ہے۔

یوہی جن و شیاطین کے وجود کا انکار اور بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان

رکھنا کفر ہے اور ایسے اقوال کے قائل یقیناً کافر اور اسلامی برادری سے خارج ہیں

**فائدہ جلیلہ :- مانی ہوئی باتیں چار قسم ہوتی ہیں۔**

**۱۔ ضروریات دین :-**

ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر، یا اجماع قطعی قطعاً الدلالات، واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے جن میں نہ شبہ کی گنجائش نہ تاویل کو راہ۔ اور ان کا منکر یا ان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔

**۲۔ ضروریات مذہب المہنت و جماعت :-**

ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے مگر ان کے قطعی الثبوت ہونے میں ایک نوع مشبہ اور تاویل کا احتمال ہوتا ہے اسی لیے ان کا منکر کافر نہیں بلکہ گمراہ بد مذہب بد دین کہلاتا ہے۔

**۳۔ ثابتات محکمہ :-**

ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی، جب کہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف کو مطروح و مضحمل اور التفات خاص کے ناقابل بنادے۔ اس کے ثبوت کے لیے حدیث احاد، صحیح یا حسن کافی اور قول، سواد اعظم و جمہور علماء و کاسند داخل فَاِنَّ يَدُ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ

ان کا منکر وضوح امر کے بعد غلطی و آثم خطار کار و گناہ گار قرار پاتا ہے، نہ بد دین و گمراہ نہ کافر و خارج از اسلام۔



## ۴۔ ظنیات محتملہ :-

ان کے ثبوت کے لیے ایسی دلیل ظنی بھی کافی، جس نے جانب خلاف کے لیے بھی گنجائش رکھی ہو۔ ان کے منکر کو صرف محضی و مقصودار کہا جائے گا نہ گناہ گار، چہ جائیکہ گمراہ، چہ جائیکہ کافر۔

ان میں سے ہر بات :- اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے جو فرق مراتب نہ کرے اور ایک مرتبے کی بات کو، اس سے اعلیٰ درجہ کی دلیل مانگے وہ جاہل بوقوف ہے یا منکار فیلیوف۔

ہر سخن وقتے دہر نکتہ مقامے دارد  
گر فرق مراتب نہ کنی زند یقی

اور بالخصوص قرآن عظیم بلکہ حدیث ہی میں تصریح صریح موبنے کی تو اھلک ضرورت نہیں حتیٰ کہ مرتبہ اعلیٰ اعنی ضروریات دین میں بھی۔

بہت باتیں ضروریات دین سے ہیں جن کا منکر یقیناً کافر مگر بالصریح ان کا ذکر آیات و احادیث میں نہیں۔ مثلاً باری عزوجل کا جہل محال ہونا۔

قرآن عظیم میں اللہ عزوجل کے علم و احاطہ علم کا لاکھ جگہ ذکر ہے مگر امتناع امکان کی بحث کہیں نہیں پھر کیا جو شخص کہے کہ واقع میں تو بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ کوئی ذرہ اس کے علم سے چھپا نہیں۔

مگر ممکن ہے کہ جاہل ہو جائے تو کیا وہ کافر نہ ہوگا کہ اس کے امکان کلمب صریح قرآن میں مذکور نہیں۔ حاشی اللہ۔ ضرور کافر ہے اور جو اسے کافر نہ کہے خود کافر تو جب ضروریات دین ہی کے ہر جزئیہ کی تصریح صریح، قرآن و حدیث میں ضرور نہیں تو ان سے اتر کر اور کسی درجے کی بات پر یہ مڑ چڑاپن کہ ہمیں تو قرآن ہی میں دکھاؤ ورنہ ہم نہ مانیں

نری جہالت ہے یا صریح ضلالت۔

مگر جنون و تعصب کا علاج کسی کے پاس نہیں۔

تو خوب کان کھول کر سن لو اور لوحِ دل پر نقش کر رکھو کہ جسے کہتا سنو، ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن و حدیث چاہیے جان لو کہ یہ گمراہ ہے، اور جسے کہتا سنو کہ ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں صرف قرآن درکار ہے سمجھ لو کہ یہ بد دین، دین خدا کا بد خواہ ہے۔

مسلمانو! تم ان گمراہوں کی ایک نہ سنو اور جب تمہیں قرآن میں شبہ ڈالیں تم حدیث کی پناہ لو۔ اگر حدیث میں این و آن نکالیں تم ائمہ دین کا دامن پکڑو، اس درجے پر اگر حق و باطل صاف کھل جائے گا اور ان گمراہوں کا اڑایا ہوا سارا اعتبار، حق کے مرنے سے ہوئے بادلوں سے دھل جائے گا اور اس وقت یہ ضال بمضل طائفے جھگٹے نظر آئیں گے۔

لَا تَقْرَأُوا الْقُرْآنَ حَتَّى تَغْتَسِلُوا مَسْتَنْفِرَةً قَدْ تَرَكْتُمْ مِنْ قِسْمَتِكُمْ ط  
(للمصارم الربانی ملخصاً)

ہم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلا، ان کی شریعت پر ثابت قدم رکھ  
یونہی، طریق، طریقہ، طریقت راہ کو کہتے ہیں نہ کہ پہنچ جانے کو  
تو یقیناً طریقت بھی راہ ہی کا نام ہے اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو بشہادت  
قرآن عظیم خدا تک نہ پہنچائے گی بلکہ شیطان تک۔  
جنت تک نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں  
کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن عظیم باطل و مردود و فاسد چکا۔  
لَا جَرَمَ ضرور ہوا کہ طریقت ہی شریعت ہے اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے۔  
اس کا اس سے جدا ہونا محال و ناممکن ہے۔

جو اسے شریعت سے جدا جانتا ہے اسے راہ خدا سے توڑ کر راہ ابلیس مانتا ہے  
مگر ماشاء، طریقت حقہ راہ ابلیس نہیں قطعاً راہ خدا ہے  
نہ جہنم کی وقت کیسی ہی ریاضات و مجاہدات بجالائے  
(کیسی ہی ریاضتوں، مجاہدوں اور چلہ کشیوں میں وقت گزارا جائے)  
اس راہ تک پہنچے کہ  
مکالیف شرح (شریعت مطہرہ کے فرائین و احکام امر و نہی)  
اس سے ماقط ہو جائیں

اور اسے اس پے لگام و شتر بے زمام کر کے چھوڑ دیا جائے  
(قرآن عظیم میں فرمایا إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ)  
بے شک اسی سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے  
اور فرمایا قَدْ أَتَىٰ هَذَا صِرَاطٍ مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ الْآثِرَ  
شروع رکوع سے احکام شریعت بیان کر کے فرماتا ہے اور اے محبوب تم فرماؤ  
کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور راستوں کے پیچھے

## عقیدہ عاشرہ

### شریعت و طریقت

شریعت و طریقت، دو راہیں متبائن نہیں  
(کہ ایک دوسرے سے جدا اور ایک دوسرے کے خلاف ہوں)  
بلکہ بے اتباع شریعت، خدا تک وصول محال

شریعت تمام احکام جسم و جان و روح و قلب، و جملہ علوم الہیہ و  
معارف نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت  
معرفت ہے و لہذا باجماع قطعی، جملہ اولیائے کرام کے تمام حقائق کو شریعت  
مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے اگر شریعت کے مطابق ہوں، حق و مقبول ہیں ورنہ  
مردود و محذول (مطہرہ و دنا مقبول)

تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی مناظر و مدار ہے شریعت ہی  
محکم و معیار ہے اور حق و باطل کے پرکھنے کی کسوٹی۔

شریعت راہ کو کہتے ہیں اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ترجمہ ہے  
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ۔ اور یہ قطعاً عام و مطلق ہے نہ کہ صرف  
چند احکام جسمانی سے خاص

یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت، ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر  
صبر و استقامت کی دعا کرنا ہر مسلمان پر واجب فرمایا ہے کہ "إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ"



نہ لگ جاؤ کہ وہ تمہیں خدا کی راہ سے جدا کر دیں گے۔“

دیکھو قرآن عظیم نے صاف فرمادیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس کا منتہا اللہ ہے۔ اور جس سے وصولی الی اللہ ہے۔ اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دور پڑے گا۔“

طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے، شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے ورنہ بے اتباع شرع، بڑے بڑے کشف، راسبوں، جوگیوں، سیناسیوں کو دیے جاتے ہیں۔ پھر وہ کہاں تک بے جاتے ہیں اسی نازحجیم و عذاب الیم تک پہنچاتے ہیں عقل الحرام صوفی وہ ہے کہ اپنے ہوا (اپنی خواہشوں، اپنی مرادوں)

کو تابع شرع کرے (بے اتباع شرع کسی خواہش پر نہ لگے)

نہ وہ کہ ہوا (دوس اور نفسانی خواہشوں)

کی خاطر، شرع سے دست بردار ہو (اور اتباع شریعت سے آزاد)

شریعت غذا ہے اور طریقت قوت

جب غذا ترک کی جائے گی قوت آپ زوال پائے گی

شریعت آئینہ ہے اور طریقت نظر (اور)

آنکھ پھوٹ کر نظر (کا باقی رہنا) غیر مقصود

(عقل سلیم قبول نہیں کرتی تو شریعت مطہرہ میں کب مقبول و معتبر)

بعد از وصول (منزل)

اگر اتباع شریعت سے بے پردائی ہوتی

(اور احکام شرع کا اتباع لازم و ضرور نہ رہتا یا بندہ اس میں سختار ہوتا)

تو سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور

امام الواصلین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ

اس کے ساتھ احق ہوتے

(اور ترک بندگی و اتباع شرع کے باب میں سب سے مقدم و پیش رفت)

نہیں (یہ بات نہیں اور ہرگز نہیں)

بلکہ جس قدر قرب (حق) زیادہ ہوتا ہے

شرع کی باگیں اور زیادہ سخت ہوتی جاتی ہیں (کہ)

حسنت الابرار، سیئات المقربین

نزدیکیاں را بیش بود حیرانی

اور غم جن کے رتبے ہیں سوا، ان کو سوا مشکل ہے

آخر نہ دیکھا کہ سید المعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات، رات بھر عبادات

نوافل میں مشغول اور کرامت کے لیے گریاں و ملول رہتے

مازہ جگانہ تو حضور پر فرض معنی ہی نماز تہجد کا ادا کرنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم

پر لازم بلکہ فرض قرار دیا گیا جب کہ امت کے لیے وہی سنت کی سنت ہے۔

حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا گیا کہ کچھ لوگ

زعم کرتے ہیں کہ احکام شریعت تو وصول کا ذریعہ تھے اور ہم واصل ہو گئے یعنی اب

ہمیں شریعت کی کیا حاجت؟

فرمایا وہ سچ کہتے ہیں، واصل ضرور ہوئے، مگر کہاں تک؟ جہنم تک

چرا در زانی ایسے عقیدے والوں سے بہتر ہیں میں اگر ہزار برس جیوں تو فرشتوں

واجبات تو بڑی چیز ہیں۔ جو نوافل و مستحبات مقرر کر دیے ہیں بے عذر شرعی ان میں

کچھ کم نہ کروں۔“

تو خلق پر تمام راستے بند ہیں مگر وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

نشان قدم کی پیروی کرے۔ ۵

خلاف پیمبر کے رہ گزید  
کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہ رسید

توہین شریعت کفر

(اور علمائے دین متین کو سب و شتم، آخرت میں فحشیت و رسوائی کا موجب)

اور اس کے دائرہ سے خروج، فسق (و نافرمانی)

صوفی (تقویٰ شعار) صادق (اعمال)

عالم سنی صحیح العقیدہ پر خدا و رسول کے فرمان (واجب الاذعان کے مطابق)

ہمیشہ یہ عقیدت رکھتا ہے کہ (ہاں اصل میں بیاض ہے)

(علمائے شرع مہین وارثان خاتم النبیین میں اور علوم شریعت کے نگہبان)

علمبردار۔ تو ان کی تعظیم و تکریم، صاحب شریعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و

تکریم ہے اور اس پر دین کا مدار)

اور عالم متدین، خدا طلب

(خدا پرست، خدا ترس، خدا آگاہ)

ہمیشہ صوفی سے (ہاں اصل میں بیاض ہے)

(بتواضع و انکسار پیش آئے گا کہ وہ حق آگاہ اور حق کی پناہ میں ہے)

اور اسے اپنے سے افضل و اکمل جانے گا (کہ وہ دنیاوی آکاشوں سے پاک ہے)

جو اعمال اس (صوفی صافی، حق پرست و حق آگاہ) کے

اس کی نظر میں قانون تقویٰ سے باہر نظر آئیں گے

(ان سے صرف نظر کر کے معاملہ، عالم الغیب و الشہادۃ پر چھوڑے گا بمصدق)

{ ایک جمالِ عیبِ خلیتیند  
{ طعنہ بر عیبِ دیگران نکند }

سے اللہ! سب کو ہدایت اور

اس پر ثبات و استقامت (ثابت قدمی)

اور اپنے محبوبوں اور سچے چکے عقیدوں پر

جہان گزران سے اٹھا۔ آمین یا ارحم الراحمین

اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَإِلَيْكَ الْمُسْتَعَانُ وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى الْحَبِيبِ الْمُصْطَفَى وَعَلَى آلِهِ الطَّيِّبِينَ

وَصَحْبِهِ الطَّاهِرِينَ أَجْمَعِينَ

سُبْحَانَكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

العبد

محمد خلیل خان قادری البرکاتی المارہری عفی عنہ

دارالعلوم "احسن البرکات" (ٹرسٹ)

حیدرآباد۔ پاکستان

۱۲ رجب المرجب ۱۴۳۸ھ مطابق، ۱۸ مئی ۱۹۸۷ء



ارے بھائی! کسی مسئلے میں علماء کا اختلاف یہ کوئی نئی بات تو نہیں۔ تحقیقات علمیہ کا دروازہ نہ کل بند تھا اور نہ آج ہی بند ہے۔ اس لئے بغیر کسی ترسیم و تشخیص کے بعینہ یہی فتویٰ نواب صاحب تک پہنچتا چاہیے۔ آخر وہ بھی صاحب علم و فضل ہیں خانوادہ خیر آبادی سے نسبت تلمذ کا فخر حاصل ہے۔ دونوں فتوؤں میں جو واضح فرق ہے اسے وہ بھی تو محسوس کریں گے۔ ان میں کے ایک سنجیدہ عالم نے مشورہ دیا۔ چنانچہ کافی تامل اور غور و فکر کے بعد استفتاء اور دونوں جوابات کو نواب کے حضور پیش کر دیا گیا۔

نواب صاحب نے بڑے غور سے پہلے مولانا مجددی صاحب کے جواب کو ملاحظہ فرمایا۔ ساتھ ہی محاصرہ علمائے رامپور کی تصدیقات پر بھی نظر ڈالی اور ایک آسودہ سانس لی۔ مگر جب انہوں نے بریلی کا جواب پڑھنا شروع کیا تو ان کے پیشانی پر بل پڑنا شروع ہو گئے۔ جوں جوں جواب پڑھتے گئے حیرت و استعجاب بڑھتا گیا اور جب پورا جواب پڑھ چکے تو حیرت نے اضطراب کی شکل اختیار کر لی۔ فوراً خادم خاص کو آواز دی۔ مولانا ارشاد احمد صاحب کو سلام پیش کر اور تشریف آوری کے لیے عرض کر دیا۔

طیب عشق سے پوچھا زینتا نے، علاج اپنا  
کہا واجب ہے تجھ کو صورت یوسف کا دم کرنا  
اللہم صل علی محمد و آلہ و سلم! نواب صاحب! بندے کو آپ نے یاد فرمایا ہے؟  
اللہم صل علی محمد و آلہ و سلم! خوش آمدید! مرحبا! احلا و سہلا۔ زبے نصیب۔ تشریف آوری  
کی زحمت کے لئے معذرت خواہ ہوں۔  
کوئی بات نہیں! تو آپ کی محبت ہے۔ ویسے بندے کو یاد فرمانے کی زحمت کیوں فرمائی  
میں؟

بات کچھ عجیب سی ہو گئی ہے کہتے ہوئے بھی ہنچک محسوس ہوتی ہے۔  
بے تکلف ارشاد فرمائیں ہم جیسے درویشوں کے لیے اتنا تکلف کیوں؟  
بات کچھ یوں ہے کہ چند دن پہلے میری طرف سے آنجناب کی خدمت میں ایک استفتاء ارسال کیا گیا تھا جس کا آپ نے جواب بھی مرحمت فرمایا ساتھ ہی جلیل القدر علمائے رامپور کی تصدیقات سے وہ فتویٰ مزین بھی تھا۔ مزید تصدیق کے لیے میری خواہش کے مطابق اسے بریلی بھی بھیجا گیا۔ مولانا نقی علی صاحب کی بلند پایہ شخصیت کی اہمیت کے پیش نظر ایسا کیا گیا کہ ان کی جلالت علمی ایک امر مسلم ہے۔

بے شک مولانا نقی علی خان ایک بے پناہ علمی شخصیت کے حامل عالم باعمل اور ایک سچے عاشق رسول ﷺ بزرگ ہیں ہندوستان میں ابھی ان جیسے بزرگوں کا دم بہت قیمتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اسلاف کے سچے یادگار ہیں۔

لیکن حضور والا! وہاں کے جواب نے تو ایک نئی صورت حال سے دوچار کر دیا ہے۔ خود ہی ملاحظہ فرمائیں۔ یہ کہہ کر استفتاء مع جوابات سامنے رکھ دیا۔ استفتاء اور بریلی کے جواب کو حضرت مولانا نے بڑی گہری نظروں سے ملاحظہ فرمایا۔

## جہان حیرت

بریلی کے جواب نے علمائے رامپور کو ایک نئی صورت حال سے دوچار کر دیا۔ سرآمد روزگار علماء میں فکر و تشویش کی ایک لہر تازہ دوڑ گئی۔

ریاست رامپور کے والی نواب کلب علی خان کے استفتاء کا یادگار سلف حضرت مولانا ارشاد احمد مجددی نے جواب لکھا جس کی تصدیق رامپور کے مشاہیر علماء نے فرمائی۔

بریلی میں خاتم المحققین حضرت مولانا نقی علی خان کے علم و فضل کا شرہ بلز تھا اس فتویٰ پر آپ کے دستخط کے حصول کے لیے وہ بریلی بھیجا گیا۔ خلاف امید بریلی کے تحقیقی جواب نے ان حضرات کے علم و تحقیق کی بساط ہی الٹ دی۔

دستی جواب لانے والے کو بلایا گیا۔ یہ جواب جو تم بریلی سے لائے ہو یہ خود مولانا نقی علی خان صاحب کا لکھا ہوا تو نہیں ہے۔ کسی گم نام آدمی نے لکھا ہے۔ البتہ ان کی تصدیق ہے۔ لیکن یہ بتاؤ کہ آیا مولانا نے اس جواب کو یوں ہی سرسری نگاہ ڈال کر دستخط کیا تھا یا بہت غور سے پڑھا تھا پھر دستخط کیا؟

حضور والا انہوں نے اس فتوے کو دیکھا پھر جا کر دستخط کی اور مر لگائی۔  
صورت حال کی تفصیل بیان کرو؟

جب میں رامپور سے یہ لفافہ لے کر مولانا صاحب کی خدمت میں پہنچا اور انہیں پیش کیا تو آپ نے ایک نظر دیکھ کر فرمایا کہ برابر کے کمرے میں ایک مولوی صاحب بیٹھے ہیں انہیں کو لے جا کر دے دو جو کچھ لکھا ہو گا لکھ دیں گے۔ آپ کی نشاندہی پر جب میں اس کمرے میں پہنچا تو وہاں کسی مولوی صاحب کو نہ پا کر پھر واپس مولانا صاحب کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا! حضور عالی اس کمرے میں تو کوئی مولوی صاحب نہیں ہیں البتہ ایک صاحبزادے تشریف فرما ہیں۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا ہاں ہاں بھائی! وہی صاحبزادے ہی مولوی صاحب ہیں آج کل اس طرح کا کام دی کرتے ہیں۔

چنانچہ آپ کی ہدایت کے مطابق میں نے جا کر یہ لفافہ انہیں پیش کیا انہوں نے اسے کھول کر ایک نظر دیکھا پھر کہنے لگے اگر آپ کو فوری جواب کی ضرورت ہے تو کچھ دیر ٹھہرا جائے گا۔ آپ باہر چل کر اطمینان سے بیٹھے میں آپ کو بلا لوں گا۔

کافی دیر بعد وہ کمرہ سے نکلے اور جو کچھ انہوں نے لکھا تھا اسے مولانا نقی علی خان کو پیش کیا۔ آپ نے کافی غور و خوض سے اسے ملاحظہ فرمایا اس کے بعد دستخط کر کے مر لگائی لفافے میں بند کر کے مجھے دیا میں نے ویسے ہی آپ حضرات کی خدمت میں پیش کر دیا۔  
ہوں! تو گویا کہ ایک طرح سے یہ انہیں کا فتویٰ ہے۔

جواب لکھنے والے نے یادگار سلف حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب قبلہ کی کوہ پیکر شخصیت سے صرف نظر کرتے ہوئے اس بات کا بھی احساس نہیں کیا کہ ان کی حمایت و تصدیق میں سر آمد علماء کی بڑی تعداد میں دستخطیں و مرسرں ثبت ہیں۔



دشمن برحق گنیں میرا جنون تازہ ہوا

اب کسی کی یاد کی شدت کا اندازہ ہوا

بے حد قریبی رشتہ دار کے ذریعہ جب نواب رامپور کا دعوت نامہ مولانا احمد رضا خاں کو ملا تو آپ والد محترم کی اجازت سے رامپور تشریف لائے۔

نواب نے والہانہ پذیرائی کی کسنی اور چہرے زیبا پر آغاز سبزہ دیکھ کر تحیر خیز مسرت کے ساتھ مرجبا کہا۔ اور بڑی محبت کے ساتھ اپنی پلنگزی پر بٹھالیا۔ لوازمات میزبانی کے بعد نواب صاحب نے کتنا شروع کیا۔ ماشاء اللہ، سبحان اللہ! اس کسنی کے عالم میں نقد میں درک و بینات میں جو کمال آپ نے حاصل کیا ہے۔ اس پر وقت کی بے کراں علمی شخصیتوں نے آپ کی تحقیقات ملیہ کو اعتبار کی سند بھی مرحمت فرمادی ہے۔ یہ بہت بڑی بات اور تاریخی نوادرات سے ہے۔

یہ اس شخص کا آغاز شباب تھا جس کا وجود با مسعود اصحاب فضل و کمال کی تاریخ میں ایک جہان حیرت ثابت ہوا۔

کائنات ارضی بھی اہل کمال سے خالی نہیں رہی ارسطو، افلاطون، سقراط، فارابی، البیرونی، ابن سینا، ابن رشد، نحویں، کبیر، مہلب، غزالی، رومی، رازی، خیام وغیرہ وغیرہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے ذکر سے تاریخ کی زلفیں سنواری گئیں اور خود یہ لوگ انسانی تاریخ، تہذیب انسانی، انسانی تمدن، انسانی مآثرات، فنون ارتقاء اور تہذیب الاخلاق پر بایں طور پر انداز ہوئے کہ تاریخ ملک ان کے نقوش سے تاریخ کے صفحات فروزاں ہیں۔

بہت سے علمی یادوں کے باقی ہیں ابھی تک

دل ہے سرور ساماں سہی دیراں نہیں ہے

مگر چودہویں صدی ہجری کی ابتداء ہی میں برصغیر ہند سے تاریخ کی سطح پر ایک ایسا نام مطلع الزوار بن کر ابھرا، علامہ، فقہاء، علماء، حکماء، فلاسفہ اور متکلمین کی فہرست میں اپنا بلند نمایاں اور ممتاز مقام حاصل کر کے کل سرسبز بنا ہے۔

اس کی ذات ستودہ صفات سے علوم و حقائق کے اتنے سوتے پھوٹے جن سے فکر و آگہی کے ہر شعبے سیراب ہوئے، معقولات و معقولات میں ایسے حیرت ناک کارنامے انجام دیے کہ جن کا صرف تصور ہی کیا جاسکتا ہے۔ علماء، محققین، فقہاء و محدثین کے لئے وہ کعبہ آرزو تو تھے ہی۔ دور جدید کے دانشوروں، فلاسفوں اور سائنس دانوں کے لئے ان کے پیکر علمی کا معقولاتی پہلو کم حیرت ناک نہیں اپنی تعینات میں نظریہ کشش ثقل، نظریہ اضافیت، نظریہ حرکت زمین پر جب فاضلانہ بحث کرتے ہوئے اپنا موقف ثابت کرتے ہیں تو وجدان پکار اٹھتا ہے کہ۔

اک دانش نورانی اک دانش برہانی

ہے دانش برہانی حیرت کی فراوانی

اور جب قدیم و جدید فلسفیوں کی طرف رخ کرتے ہوئے فلاسفوں اور سائنس دانوں کی تحقیقات و تخلیقات کا ناندانہ جائزہ لے کر ان کی علمی عمر فہنس کرتے ہیں۔ مثلاً ابن سینا

پھر ایک آسودہ سانس لیتے ہوئے فرمایا۔ نواب صاحب فتویٰ دی صحیح ہے جو بریلی سے لکھ کر آیا ہے۔

یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ بڑی حیرت ہو رہی ہے کہیں کسر نفس سے تو کام نہیں لے رہے ہیں آپ؟

یہ کسر نفس نہیں بلکہ فراخ دلی کے ساتھ اظہار حقیقت ہے فتویٰ نویس مولانا احمد رضا خاں کے نام سے کان آشنا تو نہیں لیکن انکی بلند پایہ تحقیقات علمی سے انکار ممکن نہیں اس پر مستزاد مولانا نقی علی خاں سلمہ کی تصدیق نے اس تحقیق کو اعتبار کی اعلیٰ ترین سند عطا فرمادی ہے۔

لیکن حضور کے جلال علمی کا آفتاب بھی اپنی جگہ پر مسلم ہے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس کی بارگاہ فضل و کمال سے لوگ اپنی تحقیقات کو اعتبار کی سند سے مزین کریں۔ جس کی علمی غلطیوں شکوہوں کے سامنے جانے گنتی گردنیں خم ہوں کیا یہ بات عجیب نہیں کہ اس کی علمی تحقیق ایک گمنام مولوی کی تحقیق سے فروتر ہو۔

قبلہ نواب صاحب! آپ تو ذی علم آدمی ہیں۔ مستزاد برآں خیر آبادی خانوادے سے نسبت تلمذ کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے۔ کیا الانسان مرکب من الخطاء والنسبانی ایک شخص حقیقت نہیں، میں بھی ایک انسان ہوں، خطا چوک مجھ سے بھی ہو سکتی ہے۔ چلے آپ سے چوک ہو گئی..... مگر آپ کے جواب پر تصدیق کے لئے جو یہ نامی گرامی علمائے کرام کے ناموں کی ایک طویل فہرست مع مواہیر ثبت ہے۔ کیا ان سب سے اجتماعی غلطیاں سرزد ہوئیں؟

ان حضرات نے دستخط کرتے وقت اپنی تحقیقات و معلومات سے زیادہ اعتماد میری ذات پر کیا کہ ارشاد احمد مجددی نے جو کچھ لکھ دیا ہے وہ صحیح ہی ہوگا۔ ان سے اجتماعی خطا میری علمی تدبیر و شہرت پر اعتبار کرنے کی وجہ سے ہوئی۔ جبکہ مولانا احمد رضا خاں سلمہ نے میری شہرت سے زیادہ اپنی ذات پر اعتماد کیا جو کسی بھی ذمہ دار شخصیت کے لئے ناگزیر ہے۔ مجھے خوش ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے اعتبار کے اس پرانے پیانے کو توڑ کر تحقیق کی لاج رکھ لی اور اس جرات اظہار ضرورت پر مولانا نقی علی خاں جیسی بزرگ شخصیت نے حوصلہ افزائی کی سرگامی اور کسی ہونا چاہئے

تمہیں نے جرات اظہار شوق دی ورنہ

بجائ کیا تھی ہماری کہ آرزو کرتے

حضور والا! اس حقیقت پسندانہ جرات اظہار پر میری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیں، اپنی کسی چوک کو اور وہ بھی اپنے چھوٹوں کے مقابلے میں بطیب خاطر قبول کر لینا یہ آپ کی بڑائی ہے آپ کی قدر اور احرام میرے دل میں اور بڑھ گیا ہے۔ مولیٰ عزوجل آپ کے سایہ عاطفت کو تادیر ہم پر سلامت رکھے۔

آپ کے اس فراخ دلانہ اور انتہائی جرات مندانہ اظہار حقیقت اور ایک گمنام آدمی کی بلند پایہ تحقیقات کو ایسے انداز میں سند اعتبار نے میری آتش شوق کو ہوا دے دی ہے کہ ایسی علمی شخصیتوں سے تعارف اور ان کا نیاز حاصل کیا جائے۔



شرستانی، نظام، معتزہ، نجم الدین علی ابن محمد الغزوی، شمس الدین محمد بن مبارک، میرک بخاری، امام غزالی، عبدالرحمن بن احمد الابجدی، سعد الدین بن مسعود، محمد تفتازانی، نصیر الدین بن جعفر بن محمد طوسی، عبداللہ بن عمر بیضاوی، ملا محمد جون پوری، آئیزگ نیون، البرٹ آئن اسٹائن وغیرہ وغیرہ۔ تو ایک متصف مزاج صاحب بصیرت انسان پکار اٹھتا ہے، دیکھو فضل اللہ بونید من پشاہ بغیر حساب۔

جس سمت آگئے ہو سیکے بٹھا دیں ہیں  
ہندوستان کے مشہور شریلی (روٹیل کھنڈ) میں اللہ تعالیٰ نے اس راجہ عظیم کو پیدا کیا کہ جس کے علمی کارنامے پر ارباب علم و دانش کی تاریخ حیران ہے۔ آپ نسباً پٹمان (یوسف زلی) مذہباً سنی، مسلک حنفی، مشرباً قادری تھے۔ شریلی کے ایک خوش حال، متمول اور علمی گھرانے میں ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۳ جون ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے۔

اے آمدت باعث آبادی  
ذکر بود زمزم شادی

آپ کا اسم گرامی محمد تاریخی نام المختار اور جد محترم مولانا رضا علی خان نے احمد رضا رکھا اور اسی نام سے مشہور بھی ہوئے۔ آگے چل کر اپنے نام کے ساتھ بالاتزام عبداللہ مسطفی لکھنا شروع کیا اور اس نسبت غلامی اور ادائے محبت کو تاحیات برقرار رکھا۔ شہر و سخن میں اپنا شخص رضا اختیار کیا۔

احمد ہندی رضا ابن نقی رضا  
علوم عقلیہ و نقلیہ کے تحصیل کا یہ عالم کہ چار سال کی عمر میں ناظر قرآن مجید ختم کیا۔ آٹھ سال کی عمر میں درس نظامی کی مشہور کتاب ہدایت النہج کی شرح لکھی۔ دس سال کی عمر میں مسلم اثبوت پر حاشیہ لکھا۔ چودہ سال کی عمر میں اپنے والد گرامی حضرت مولانا نقی علی خان صاحب قبلہ سے جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل کر کے دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ اسی سال دارالافتاء کی ذمہ داری سپرد کی گئی۔ ۲۲ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ آفتاب شریعت و طریقت حضرت مولانا سید آل رسول مارہروی سے شرف بیعت حاصل کیا۔ اور اسی وقت مرشد کامل نے اجازت و خلافت اور توجہ اتحادی سے سرفراز فرمایا۔

۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۸ء والد ماجد کے ہمراہ حج بیت اللہ و زیارت نبوی کے لئے حاضر ہوئے یہی وہ مبارک سفر تھا جس میں آپ کے نظم و فضل کا آفتاب پورے طور پر چمکا، عرب و عجم، حل و حرم، مصر و قبا، بلاد مغرب بالخصوص حرمین طیبین کے بزرگ ترین علماء و مشائخ نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور احرام و عقیدت سے اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں پھر اجازت و خلافت اور سندوں کے حصول کا جلد نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔

اسی مبارک سفر میں علماء مکہ معظمہ کی گزارش پر علم غیب رسول محترم ﷺ کے تعلق سے ایک عظیم اور تاریخی کتاب بخار کے عالم میں ساڑھے آٹھ مہینوں میں الدولہ المکیہ، بالمادۃ الغیبیہ عالم وجود میں آئی جس نے علمائے حرمین طیبین کو انجنت بدعاں کر دیا۔

مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کے علوم پر ایسے شاہ پارے و گوہر ہائے ابدار سامنے آئے جس نے حرمین طیبین کے جلیل القدر علماء و مشائخ کو حیرت زدہ کر دیا۔ علمائے قبا نے جس قدر و منزلات، عقیدت و محبت، عزت و احترام کا عظیم الشان مظاہرہ کیا۔ اس کی کوئی دوسری مثال اس عہد سے لے کر آج تک دیکھنے اور سننے میں نہیں آئی۔ جس کا اندازہ حسام الحرمین، اور الدولہ المکیہ پر لکھی جانے والے تقریظوں سے ہوتا ہے اس سفر میں محافظ کتب خانہ حرم حضرت علامہ سید اسماعیل خلیل رحی نے آپ کو چودھویں صدی کے مجدد کا خطاب دیا۔

تفقد فی الدین کا یہ عالم کہ تقریباً بارہ ہزار صفحات پر مشتمل بارہ ضخیم جلدوں میں فتاویٰ رضویہ کی صورت ہمارے سامنے موجود ہے نیز علمائے حرم کے استفسار پر الکفل الفقید الفہام فی احکام فرطاس الدہام (زبان عربی) دو ضخیم جلدوں میں جد امتار کا حاشیہ رد المختار (زبان عربی) میں سوار اعظم اہل سنت و جماعت کو عطا فرما کر اپنی فقہی بصیرت کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش کیا جس پر قیسان اسلام کو حیرت و استعجاب بھی ہے اور فرحت و مسرت بھی۔

عربی زبان میں آپ کے فتاویٰ کے صرف چند اوراق دیکھ کر مکہ شریف کے عالم جلیل مولانا سید اسماعیل خلیل بے ساختہ پکار اٹھے۔ واللہ اقول والحق اقول اللہ لوراہا ابو حنیفہ النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا یقین عنہ ولجعل مولفہا من جملہ الاحباب بخدا میں بالکل سچ کہتا ہوں کہ اگر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اس فتویٰ کو ملاحظہ فرماتے تو آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور صاحب فتاویٰ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو اپنے شاگردوں میں شامل کر لیتے۔

یہ کتاب کی پوری زندگی کارناموں سے عبارت ہے ہر لمحہ ہر آن کارنامے ہی کارنامے!

نیا طور نئی برق جلی  
جہ دانی ہمہ جہتی، سیاسی، علمی، فقہی اور مجددانہ کارنامے! جو اپنی وسعت، تنوع، مضامین کی بلندی، جودت فکر اور تعداد کی کثرت کے لحاظ سے ایک پوری اکیڈمی کی صد سالہ خدمات پر جاری ہیں! ایک متحرک ریسرچ انسٹیٹیوٹ کا جو کام تھا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے خفا انجام دے کر اپنی ہمہ گیر و ہمہ صفت، جامع و تابندہ شخصیت کے انہت نقوش چھوڑے وہ کون سا موضوع اور کون سا فن ہے؟ جو اس عبقری الشرح کے رواں و سیال قلم سے سیراب نہیں ہوا۔

تفسیر، حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، لغت، فرائض، کلام، عقائد، تجوید، تصوف، اذکار، اوقاف، اخلاق، تعبیر، تاریخ، سیر، مناقب، فضائل، اسماء الرجال، جرح و تعدیل، نحو، صرف، منطق، ادب، زیجات، جبر و مقابله، جفر و تمکیر، ثلاث ارثا شیعہ، لوگارتھم، فلسفہ، ریاضی، ہندسہ، حساب، نجوم، توفیت غرض انسانی فضل و کمال کے پیکر مجسم نے جس سمت رخ کیا علوم و آگہی اور معارف و حقائق کے چشمے اگلنے لگے۔ یہ ان کی عظیم تر عظمت کی گہرائی و گہرائی ہی تو ہے کہ آج ایشیا سے لے کر یورپ اور افریقہ سے لے کر براعظم امریکہ تک جدید علمی دانش کدے آپ کی



طرف متوجہ ہو چکے ہیں۔

برصغیر ہندو پاک میں پنہ یونیورسٹی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ جیل یونیورسٹی، کراچی یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی، پنجاب یونیورسٹی، افریقہ میں ویل یونیورسٹی، یورپ میں نیو کاسل یونیورسٹی، لندن یونیورسٹی، لیڈن یونیورسٹی، امریکا میں برکٹ یونیورسٹی، کولمبیا یونیورسٹی۔ یہ وہ جدید علمی دانش گاہیں ہیں۔ جہاں پر امام احمد رضا بریلوی کے منقولاتی و معقولاتی پہلو پر کسی نہ کسی انداز میں کام ہوا اور ہو رہا ہے۔

بے ہودہ گوئی و ہرزہ سرائی و بدنام کرنے کے تمام قبیح ہتھکنڈوں کے باوجود آپ کے علم و فضل کا آفتاب پوری علمی تمازت کے ساتھ جگمگا رہا ہے اور کائنات بھر کے دانشوروں کو دعوتِ نظارہ دے رہا ہے۔

جس قدر ہم نے مٹائے تیری یادوں کے نقوش

دل بے تاب نے اتنا ہی تجھے یاد کیا

آپ کے تمام کارناموں میں ایک بڑا کارنامہ ترجمہ قرآن پاک کنز الایمان ہے جسے ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں محبت رسول میں ادب، علم و ادب اور عشق و محبت کا شاہکار بنا دیا جس سے سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کی آنکھیں ٹھنڈی، جگر تازے اور جانیں سیراب ہوئیں ایمان کو نئی حلاوت اور زبان کو ادب کی نئی چاشنی ملی اور ساتھ ہی بعد ناز اردوئے معلیٰ بھی جھوم اٹھی۔

خندہ گل، جنبش لب، بوئے گل، تقریر ہے

اس شہید محبت اور کشتہ تیغ نگاہ مصطفیٰ نے جس انداز محبت میں آنکھیں بند کر کے یہ ترجمہ محبت اہل محبت کو دیا ہے۔ وہ داستان محبت بھی بڑی عجیب ہے۔

الٹی سی چال چلتے ہیں دیوان گان عشق

آنکھوں کو بند کر کے ہیں دیدار کے لئے

تراجم کے ان جھوم میں جو فضیلت و برتری اور شانِ امتیاز ترجمہ پاک کنز الایمان کو حاصل ہے وہ اہل علم، اہل ذوق، اہل ادب، اہل محبت پر اظہارِ من الشمس ہے۔

کسی بھی زبان کے لب و لہجہ حسن بیان، اسالیب بلاغت کو جس حد تک ترجمہ میں سمویا جاسکتا ہے۔ عروج کی اس انتہاء پر کنز الایمان کی انفرادیت اپنی مثال آپ ہے۔

یوں تو کہنے کو اردو زبان میں ترجمے بہت ہیں مگر ایسا ترجمہ قرآن جو صرف قرآن سے کیا گیا ہو جو میزانِ عشق پر نپا تلا ہو، جس کے ہر نازک مقام پر ادب و احتیاط، حزم و انقاء، فکر و دانش، حرمت و تعظیم کے ساتھ ہی سرچشمہ محبت ہی محبت ہو۔ وہ صرف مجددِ اعظم سیدنا امام احمد رضا بریلوی کا ترجمہ کردہ قرآن مجید (کنز الایمان) ہے۔

جس طرح قرآن کی فصاحت و بلاغت، لسانیات عرب کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ یوں ہی اردو تراجم میں کنز الایمان اردو ادب کا در شاہوار ہے۔ اسی برس کا طویل عرصہ اردو ادب کو کہاں سے کہاں لے گیا۔ اس عرصے میں نمایاں ترقی کی طرف اردو ادب نے نہ صرف تیزی کا مظاہرہ بلکہ بلندی کی طرف جانے میں جست لگائی ہے بیسویں صدی کے نصف آخر کو اردو ترقی کا



دور جدید کہا جاسکتا ہے مگر تقریباً اسی برس کے بعد آج بھی ترجمہ پاک کنز الایمان اردو زبان و ادب کا نمائندہ و ترجمان بنا ہوا ہے اس ترجمے کی معنوی خوبیاں تو الگ رہیں بلاغت زبان اور حسن ادب کا حال یہ ہے کہ وہ ترجمہ کل بھی اردو ادب کے ذوق نمود کی علامت بنا ہوا تھا اور آج بھی ہندوستانی ادب کدے کا قیمتی سرمایہ! جسے فاضل بریلوی کی زندہ کرامت کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

نوٹ : (مولانا وارث جمال قادری کی کتاب بھیگی پلکوں کا بوجھ کے ایک مضمون جہاں حیرت سے ماخوذ)

## پیغام اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

”پیارے بھائیو! تم مصطفیٰ ﷺ کی بھولی بھالی بھینس ہو۔ بھڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بھاگ دین فتنے میں ڈال دیں۔ تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔ ان سے بچو اور دور بھاگو۔ دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیپری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فتنے ہوئے اور ان سب سے نئے گاندھوی ہوئے، جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا۔ یہ سب بھڑیے ہیں۔ تمہارے ایمان کی ناک میں ہیں ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ۔ حضور اقدس ﷺ رب العزت جل جلالہ کے نور ہیں حضور ﷺ سے صحابہ روشن ہوئے، ان سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے۔ ان سے ہم روشن ہوئے اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو۔ وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کی سچی محبت، ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت، جس سے خدا اور رسول ﷺ کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ، پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ، جس کو بارگاہ رسالت ﷺ میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔“